عمرو کے کارنامے

عُمرو کے کارنامے

داستان طلِسم ہوش رُبا

حصّہ نہم

اختر رضوی

لے گیا

آٹھویں حصّے میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ عُمرو ملکہ مخمور کے ساتھ طلِسم نُور افشاں پہنچ جاتا ہے۔ وہاں کے شہنشاہ کوکب روشن ضمیر کی ہدایت پر اُس کی بیٹی ملکہ بُرّاں شمشیر زن انہیں اپنی پناہ میں لے لیتی ہے۔ عُمرو ملکہ بُرّاں اور دوسری شہزادیوں کو اپنا حامی بنانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ افراسیاب اور کوکب میں ٹھن جاتی ہے۔ افراسیاب اپنا غصّہ مہ رُخ کے لشکر پر اُتارتا ہے۔ ایسا جادُو کرتا ہے کہ سب ہنستے ہنستے بے حال ہو جاتے ہیں۔ کوکب کو خبر ملتی ہے تو وہ اپنے ایک نامور سردار بِلّور چہار دست کو اُن کی مدد کے لیے روانہ کر دیتا ہے۔ عُمرو بھی اس کے ساتھ واپس جانے کے لیے اِصرار کرتا ہے۔ ملکہ بُرّاں جادُو کر کے جانے کا خیال اُس کے دل سے بھُلا دیتی ہے اور اس کی جگہ ہو بہُو اس جیسا ایک پُتلا روانہ

کر دیتی ہے۔ وہ پُتلا اور بِلّور جا کے مہ رُخ کے لشکر کو افراسیاب کے جادُو سے
نجات دلاتے ہیں۔ صرصر عیّارہ موقع پا کر عُمرو کے پُتلے کو گرفتار کر کے لے جاتی
ہے۔ افراسیاب اسے اصلی عُمرو سمجھتے ہوئے ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ عین اِسی موقع
پر وہ پُتلا افراسیاب کو للکارتے ہوا رسّیاں توڑ کر اُڑ جاتا ہے۔

اب اس کے بعد کے حالات پڑھیے:

عُمرو قلعہ ہفت رنگ کے ایک باغ میں تفریح کر رہا تھا۔ ملکہ بُرّاں اور مخمُور بھی
اُس کے ساتھ تھیں۔ سیر کرتے کرتے ایک بار اتفاقاً عُمرو کی نگاہ آسمان کی طرف
اُٹھ گئی۔ اُسی لمحے اُسے کوئی چیز بڑی تیزی کے ساتھ آتی محسوس ہوئی۔ اس نے
اپنی نگاہیں اس چیز پر جما دیں۔ کیا دکھتا ہے کہ ہو بہو اس جیسا ایک دوسرا عُمرو چلا آ
رہا ہے۔ گھبرایا کہ کہیں افراسیاب کا بھیجا ہوا کوئی فتنہ نہ ہو۔ بُرّاں اور مخمُور نے
بھی پُتلے کو دیکھ لیا تھا مگر اُن دونوں کو اس کی حقیقت معلوم تھی، وہ مطلق نہ
ڈریں۔ پُتلے کے قریب پہنچتے ہی عُمرو نے چھلانگ لگا کر جھاڑیوں میں چھپنا چاہا تو
بُرّاں پکار اُٹھی:

”خواجہ عُمرو! ڈرو نہیں۔ میرا ہی بنایا ہوا پُتلا ہے۔ تمہاری جگہ مہ رُخ کی مدد کو بھیجا تھا۔ وہیں سے آرہا ہے۔“

اب جا کر عُمرو کو یاد آیا کہ جب بلّور چہار دست کو مہ رُخ کی مدد کے لیے بھیجا جا رہا تھا تو اس نے بھی ساتھ جانے کی ضِد کی تھی۔ ملکہ بُرّاں اسے تیّار کرانے کے لیے ایک کمرے میں لے گئی تھی۔ اس کے بعد سے اب تک وہ یہیں تھا۔ مگر جانے کا خیال اُس کے دل سے جاتا رہا تھا۔

یہ باتیں یاد آتے ہی وہ اپنے ساتھیوں کی خیریت معلوم کرنے کے لیے بے چین ہو گیا۔ بُرّاں نے اس کی بے چینی محسوس کرتے ہوئے پُتلے کو اشارہ کیا۔ اس نے شروع سے لے کر آخر تک سارا حال بیان کر دیا ساتھیوں کی کامیابی اور دُشمنوں کی ذِلّت اور شرمندگی کی خبریں سُن کر عُمرو دل ہی دل میں بہت خوش ہوا مگر بُرّاں کو اور زیادہ اپنا ہم درد بنانے کے خیال سے اُس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا:

”ملکہ صاحبہ! بروقت مدد بھیج کر آپ نے میرے دوستوں کو مصیبت سے نجات دلائی۔ میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں۔ لیکن مقابلہ افراسیاب سے ہے۔ وہ جب چاہے گا اُنہیں پہلے سے بڑی مصیبت میں مُبتلا کر دے گا۔ میں یہاں آپ کے ابّا جان سے مدد حاصل کرنے آیا تھا لیکن اتنے دن گزر گئے اور وہ نہ ملاقات فرماتے ہیں، نہ واپس جانے کی اجازت دیتے ہیں۔“

تیر نشانے پر لگا۔ عُمرو کی یہ باتیں سُن کر ملکہ بُرّاں کا دل اور بھی اس کی ہمدردی سے بھر گیا۔ وہ بولی۔ ”خواجہ جی! آپ دِل چھوٹا نہ کریں۔ ابّا حضور ہر طرح آپ کی مدد کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ مناسب وقت پر وہ آپ سے ملاقات بھی کریں گے اور واپسی کی اجازت بھی دے دیں گے۔ آپ یہاں بے فکری اور اِطمینان کے ساتھ وقت گزاریں۔ بِلّور چہار دست اپنی فوج کے ساتھ آپ کے دوستوں کے پاس موجود ہے۔ ابّا حضور وہاں کے حالات پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہیں۔ ضرورت پڑی تو وہاں اور بھی فوج بھیج دی جائے گی۔“

”مجھے آپ لوگوں سے ایسی ہی اُمّید ہے۔“ عُمرو نے بُرّاں کا شکریہ ادا کرتے

ہوئے کہا۔ ”فکر صرف یُوں ہو جاتی ہے کہ افراسیاب بڑا خبیث آدمی ہے۔ میری غیر حاضری سے پورا پورا فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرے گا۔“

ملکہ بُرّاں نے جوش میں آ کر کہا۔ ”آپ بالکل فکر نہ کریں۔ افراسیاب سے اِس طرح نپٹا جائے گا کہ کِسی کو مُنہ دکھانے کے قابل نہ رہے گا۔“ عُمرو مطمئن ہو گیا اور سب لوگ ہنسی خوشی وقت گزارنے لگے۔

کچھ دنوں بعد کا ذکر ہے، ملکہ بُرّاں دربار میں بیٹھی تھی کہ ایک خوب صورت چڑیا اُڑتی ہوئی آئی اور ایک لفافہ اُس کی گود میں ڈال کر چلی گئی۔ بُرّاں نے ادب کے ساتھ کھڑے ہو کر لفافہ چاک کیا اور بوسہ دے کہ خط کو پڑھنے لگی۔ نہ جانے اس میں کیا لکھا تھا کہ اُس کا چہرہ جوش سے تمتما اُٹھا۔ خط ختم کر کے اُس نے اپنی بہن ملکہ اختر کی طرف دیکھا۔ وہ فوراً اُٹھ کر بُرّاں کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ بُرّاں نے آہستہ سے اُس سے کچھ کہا۔ اس پر ملکہ اختر کا چہرہ بھی جوش سے سُرخ ہو گیا۔ اس نے ادب سے سر جھکایا اور بُرّاں کو سلام کر کے کڑے تیوروں کے ساتھ دربار سے نِکل گئی۔

عُمرو خاموشی سے یہ ساری باتیں دیکھ رہا تھا۔ سمجھ گیا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ دربار ختم ہوتے ہی اُس نے بُرّاں سے پوچھا۔ "ملکہ صاحب! خیر تو ہے؟ کس کا خط تھا۔ ملکہ اختر کو کہاں بھیجا ہے؟"

بُرّاں بولی۔ "کوئی خاص بات نہیں۔ میری ایک سہیلی کا خط تھا۔ کسی مُصیبت میں مُبتلا ہو گئی ہے۔ ملکہ اختر کو اُسی کے پاس بھیجا ہے۔"

عُمرو اس جواب سے مطمئن نہ ہوا۔ شہنشاہ کوکب کے خط کے علاوہ بُرّاں کسی اور کے خط کو بوسہ دے کر تعظیم سے نہ پڑھ سکتی تھی۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بات کو چھُپا رہی ہے۔ مگر وہ کیا بات ہو سکتی ہے؟ عُمرو اس کا صحیح اندازہ نہ لگا سکا۔

کچھ سوچ کر اُس نے بُرا سا مُنہ بناتے ہوئے کہا۔ "معاف کیجیے ملکہ صاحبہ! آپ مجھ سے اصلی بات چھُپا رہی ہیں۔ لیکن بھلا مُجھے آپ کا کوئی راز پوچھنے کا کیا حق ہے؟ خدا حافظ!"

یہ کہہ کر جواب کا انتظار کیے بغیر وہ مخمُور کو ساتھ لے کر اپنے ٹھکانے کو چل دیا۔

بُرّاں سمجھ گئی کہ عُمروبُراما ن گیا ہے۔ مگر مصلحتاً اس نے اُسے نہ روکا۔

دوسرے دن بُرّاں خود مخمُور کے پاس گئی۔ اس وقت تک مخمُور اور عُمرو کو یقین ہو چکا تھا کہ اُن کے ساتھیوں کو افراسیاب نے پھر کِسی بڑی مُصیبت میں مبتلا کر دیا ہے اور شہنشاہ کوکب نے خط کے ذریعے یہی بات ملکہ بُرّاں کو بتائی ہے مگر بُرّاں ان سے حقیقت کو چھُپا رہی ہے۔ دونوں اپنے ساتھیوں کی خیر وعافیت جاننے کے لیے بے چین تھے۔ بُرّاں نے طرح طرح کی باتوں سے ان کا دل بہلانا چاہا مگر وہ رہ رہ کر اصرار کرتے کہ یا ہمیں اپنے ساتھیوں کے پاس بھیج دو یا ان کی صحیح خبر منگوادو۔

بُرّاں کو ہار مانتے ہی بنی۔ بولی۔ ”اچھا چلو خود اپنی آنکھوں سے اپنے ساتھیوں کا حال دیکھ لو۔“

عُمرو اور مخمُور اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بُرّاں دونوں کو ساتھ لیے قلعۂ ہفت رنگ سے باہر نِکلی۔ ایک جگہ رُک کر تالی بجائی۔ ایک تخت اُڑتا ہوا آکر اس کے سامنے

ٹھہر گیا۔ تینوں اس پر سوار ہو گئے۔ بُرّاں کے اشارے پر تخت ان سب کو لیے
ہوئے پہلے سیدھا آسمان کی طرف بُلند ہو تا گیا اور پھر ایک سمت کو فرّاٹے بھرنے
لگا۔ رفتار اتنی تیز تھی کہ بڑے بڑے پہاڑ، دریا، جنگل اور ریگستان پلک جھپکتے میں
نگاہوں سے غائب ہو جاتے۔ نیچے کی کِسی چیز پر بھی نظر نہ ٹھہر پاتی تھی۔ ہلکے یا
گہرے دھبّوں کے لہریوں کے سوا تخت سے زمین پر کچھ بھی نہ دکھائی دیتا تھا۔
عُمرو اور مخمُور یہ تیز رفتار برداشت نہ کر سکے۔ دونوں چکرا کر بے ہوش ہو گئے۔

یہ سفر کتنی دیر تک جاری رہا؟ اِس کا اُنہیں کوئی اندازہ نہ ہو سکا۔ البتّہ ہوش میں
آنے کے بعد انہوں نے آنکھیں کھولیں تو خود کو ایک بہت بڑے گُنبد کے اندر
پایا۔ اس کے فرش پر دبیز قیمتی قالین بچھے تھے۔ جڑاؤ میزوں پر چاندی کے
برتنوں میں کھانے پینے کی طرح طرح کی چیزیں سلیقے سے رکھی تھیں۔ دیواروں
پر زری کے رنگ برنگے بھاری پردے لٹک رہے تھے۔ دروازوں کی بجائے
دروازوں جتنے آئینے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر لگے ہوئے تھے مگر دلچسپ بات
یہ تھی کہ ان آئینوں میں کِسی چیز کا عکس بالکل نہ دکھائی دیتا تھا۔ عُمرو اور مخمُور کو

ہوش میں آتا دیکھ کر ملکہ بُرّاں نے شربت کے دو گلاس بھرے اور اُن کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔ ”آپ لوگ بہت تھک گئے ہیں۔ یہ پی لیجیے۔ تازہ دم ہو جائیں گے۔“

دونوں غٹاغٹ شربت چڑھا گئے۔ آناً فاناً بے ہوشی اور تھکاوٹ کے اثرات غائب ہو گئے اور وہ پھر پہلے جیسے چاق و چوبند ہو گئے۔ عُمرو نے گُنبد کے ساز و سامان پر للچائی ہوئی نگاہیں ڈالتے ہوئے بُرّاں سے پوچھا۔ ”ملکہ صاحب! یہ کون سی جگہ ہے؟ یہاں کب تک ٹھہرنا ہے؟“

یہ گُنبد نظارۂ جہاں ہے۔“ ملکہ بُرّاں نے جواب میں کہا۔ ”یہ میرے والد شہنشاہ کوکب کا طِلسمِ خاص ہے۔ یہی ہماری منزل تھی۔ آگے ہمیں کہیں نہیں جانا ہے؟“

”تو کیا ہمیں یہاں قید رکھا جائے؟“ عُمرو نے شکایت کے لہجے میں کہا۔ ”آپ نے تو کہا تھا ہمارے ساتھیوں کو دکھائیں گی۔“

بُرّاں نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ ''خواجہ جی! قید ہی کرنا ہوتا تو اتنا لمبا سفر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اِطمینان رکھیے اسی جگہ بیٹھے بیٹھے آپ اپنے ساتھیوں کر دیکھ لیں گے۔"

''گویا آپ اُن سب کو اِسی گُنبد کے اندر بُلا لیں گی؟"

'نہیں خواجہ جی!" بُرّاں نے کہا۔ ''یہ بات نہیں۔ گنبد کے اندر جتنے آئینے ہیں، اُنہیں طلِسمی کھڑکیاں سمجھیے۔ ان میں سے ایک کھڑکی دنیا کے کِسی نہ کِسی حصّے کا سہارا منظر دکھاتی ہے۔ دائیں سے چوتھے نمبر کے آئینے سے آپ طلِسم ہوش رُبا کا وہ حصّہ صاف دیکھ سکتے ہیں جہاں آپ نے ساتھی موجود ہیں۔"

''مگر مجھے تو اس آئینے میں کچھ بھی نہیں دکھائی دیتا۔" عُمرو نے چوتھے نمبر کے آئینے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اس میں تو گُنبد کے اندر کی بھی کِسی چیز کا عکس نہیں ہے۔"

''ذرا قریب چل کہ دیکھیے۔" بُرّاں نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور اُٹھ کر آئینے کی

طرف چل دی۔ عُمرو اور منور بھی اس کے ساتھ ہو لیے۔ آئینے سے چند قدم کے فاصلے پر رُک کر بُرّاں نے عُمرو سے سوال کیا۔ ”کہیے! اب کچھ دکھائی دے رہا ہے؟“

عُمرو نے آنکھ مل مل کر کئی دفعہ آئینے پر نظر دوڑائی لیکن کہیں کچھ نہ تھا۔ اس نے جل کر کہا۔ ”بالکل دکھائی دے رہا ہے ایک بھینس فاختہ پر بیٹھی بین بجا رہی ہے۔“

ملکہ بُرّاں قہقہہ لگاتے ہوئے بولی۔ ”ارے! آپ تو بُرا مان گئے۔“ یہ کہہ کر اس نے آئینے پر ایک پھُول کھینچ مارا اور کہنے لگی۔ ”اچھا! اب دیکھیے!“

پھُول کے آئینے پر پڑتے ہی ایک تڑاخا ہوا۔ آئینے کے اندر دھوئیں کے مرغولے چکّر کھانے لگے۔ پھر چند لمحوں بعد آہستہ آہستہ سارا دھواں غائب ہو گیا اور آئینہ ایک بڑی سی کھڑکی معلوم ہونے لگا۔ اس کے بعد طِلسم باطن اور طِلسم ظاہر کی سرحد کا وہ سارا علاقہ اس کھڑکی سے نظر آنے لگا جہاں عُمرو اپنے

ساتھیوں کو چھوڑ کر آیا تھا۔

اس وقت وہاں ہولناک جنگ ہو رہی تھی۔ مخمُور اور عُمرو بڑے غور سے یہ منظر دیکھنے لگے۔ دونوں طرف سے لاکھوں آدمی اس جنگ میں حصّہ لے رہے تھے لیکن عجیب بات یہ تھی کہ مخمُور یا عُمرو جس نقطے پر بھی نگاہیں جما کر دیکھتے وہاں کی ہر چیز اتنی قریب دکھائی دینے لگتی کہ وہ اس جگہ موجود لوگوں کو اچھّی طرح پہچان سکتے تھے۔

یہ جنگ ملکہ مہ رُخ اور ملکہ حیرت کی فوجوں کے درمیان ہو رہی تھی۔ دونوں طرف کے سارے سردار، سپاہی اور جادُوگر ایک دوسرے پر اندھادھند حملے کر رہے تھے۔ ملکہ مہ رُخ طرح طرح کے جادُو کر کے دُشمنوں پر آگ اور پتھّر برسا رہی تھی۔ ملکہ بہار طِلسمی گُل دستے پھینک پھینک کر دُشمنوں کو دیوانہ بنا رہی تھی۔ ناگن بجلی آسمان پر تڑپ تڑپ کر گِرتی اور مُقابلے پر آنے والوں کو جلا کر راکھ کر دیتی۔ بعد رعد جادُو زمین میں ڈوب ڈوب کر دُشمنوں کی صفوں کے پیچھے جا نِکلتا اور چنگھاڑ چنگھاڑ کر بہتوں کی کھوپڑیاں چٹخا دیتا۔ مہ رُخ کی حمایت میں بلّور

چہار دست بھی دُشمنوں پر قیامت ڈھا رہا تھا۔ بار بار مٹھیاں بند کرتا اور کھولتا۔ ہر دفعہ مُٹھّی کھولنے پر صدہا شیشے کے طِلسمی پُتلے پیدا ہوتے اور دُشمنوں پر حملہ کر کے اُنھیں خاک و خون میں ملا دیتے۔

اس کے باوجود ملکہ حیرت کے حامیوں کا پلّا تیزی سے بھاری ہوتا جا رہا تھا۔ ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی اور اُنھیں لڑانے والے سالار اِتنے زبردست جادُوگر اور لڑاکا تھے کہ ہزاروں کی تعداد میں مرتے کٹتے ہوئے بھی مہ رُخ کے لشکر کو گھیرے میں لیتے جا رہے تھے البتّہ بِلّور چہار دست پر ان کا زیادہ زور نہ چل پاتا تھا۔

دُشمن کا غلبہ دیکھ کر عُمرو کو سخت جُوشِ آ رہا تھا لیکن زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ حالات اور بھی بدتر ہو گئے۔ ملکہ حیرت نے کچھ پڑھ کر ایک نارنج مہ رُخ کے لشکر کی طرف پھینکا۔ جس جگہ جا کر وہ نارنج گرا وہاں دیکھتے ہی دیکھتے ایک مینار بن گیا۔ اُس کے اوپر سے مہ رُخ کے لشکر پر آگ کی خُوف ناک بارش ہونے لگی۔ مہ رُخ اور اُس کے ساتھی جادُوگر سرداروں نے طرح طرح کے منتر پڑھ کر آگ

کو بجھانا چاہا مگر کِسی کا اُس پر کوئی بس نہ چلا۔ لشکریوں میں بھگدڑ مچ گئی دوسری طرف سولہ ہزار جادُوگروں نے جو اب تک دُور کھڑے لڑائی کا تماشا دیکھ رہے تھے، ملکہ حیرت کے اشارے پر بِلّور چہار دست پر یلغار کر دی۔ بلّور مُٹھّی کھول کر شیشے کے طِلسمی پُتلے اُن کی طرف چھوڑتا تو وہ جادُوگر ایسا کوئی منتر پڑھ کر پھونکتے کہ وہ پُتلے دھواں بن کر غائب ہو جاتے اور جو جادُوگر ان پُتلوں کے وار سے ہلاک ہوتے، لوٹ پوٹ کر پھر زندہ ہو جاتے۔ ایک طرف مہ رُخ کا لشکر مینار کی آگ اور دُشمنوں کے حملوں سے بُری طرح تباہ ہو رہا تھا۔ دوسری طرف بِلّور چہار دست کی فرج پر مُصیبت کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔

اب عُمرو سے برداشت نہ ہو سکا۔ اُس نے کھڑکی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ ”ملکہ بُرّاں! میرے ساتھیوں کو بچایئے ورنہ میں کھڑکی سے باہر چھلانگ لگا دوں گا۔“

ملکہ بُرّاں نے عُمرو کا دامن پکڑ کر کھینچ لیا اور تسلّی دیتے ہوئے بولی۔ ”صبر اور ہمّت سے کام لیجیے۔ ملکہ اختر کو میں آپ کے سامنے بھیج چکی ہوں۔ وہ پہنچا ہی

چاہتی ہے۔"

یہ سُن کر عُمرو کو کچھ تسلّی ہوئی اور وہ پھر جنگ کا منظر دیکھنے لگا۔ جلد ہی مہ رُخ کے لشکر کے پیچھے آسمان پر جادُوگروں کی ایک زبردست فوج منڈلاتی دکھائی دی۔ وہ سب اُڑن تختوں پر سوار تھے۔ عُمرو نے دھڑکتے ہوئے دل سے سب سے اگلے اڑن تخت پر نگاہیں جما دیں۔ جس پر ملکہ اختر بڑے جاہ و جلال کے ساتھ بیٹھی تھی۔ عُمرو کے چہرے پر اِطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ ملکہ اختر نے ایک تخت پر بیٹھے بیٹھے ایک ڈبیا کھول کر پانچ موتی نِکالے۔ پھر ایک موتی آگ برسانے والے مینار کی طرف اور چار موتی بِلّور چہار دست پر حملہ کرنے والے چار جادُوگر سرداروں کی طرف پھینک دیے۔ مینار دُھواں بن کر غائب ہو گیا۔ چاروں جادُوگر سردار جل کر راکھ ہو گئے۔ ان کے مرتے ہی بِلّور پر حملہ کرنے والے سولہ ہزار جادُوگر بھاپ بن کر غائب ہو گئے۔ مہ رُخ کی فرج سنبھلنے لگی۔ دُشمنوں میں کھلبلی مچ گئی۔ ملکہ اختر اپنی فوج سمیت زمین پر اُتری اور دیکھتے ہی دیکھتے جنگ کا نقشہ پلٹ گیا۔ ایک طرف سے مہ رُخ اور اُس کے سردار، دوسری طرف سے بِلّور چہار دست

اور اُس کی فوج، اور تیسری طرف سے ملکہ اختر اور اُس کے لشکر نے ملکہ حیرت کے لشکر پر جوابی حملہ کر دیا۔ حیرت اور اس کے مددگار سرداروں نے جانیں لڑا دیں مگر اُن کی فوج اس اس یلغار کہ تاب نہ لا سکی۔ اس میں بھگدڑ مچ گئی۔ یہ دیکھ کر مہ رُخ، بِلّور اور ملکہ اختر نے اپنے حملے اور تیز کر دیے۔ ہر طرف ملکہ حیرت کے ساتھیوں کا قتلِ عام شروع ہو گیا۔

حیرت کا کوئی بس نہ چل سکا تو اپنے آدمیوں کو امان کا طبل بجانے کا حکم دے کر چھاؤنی کو چل دی۔ اس عرصے میں اس کی تین چوتھائی فوج ماری جا چکی تھی۔ مہ رُک نے دُشمن کے لشکر میں امان کا طبل بجتے سُنا تو اُس نے اپنے حامیوں کو قتلِ عام کرنے سے روک دیا۔ دُشمن کے بچے کھُچے لشکری اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اپنی چھاؤنی کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔

مہ رُخ اپنے ممتاز سرداروں اور بِلّور چہار دست کو ساتھ لے کر ملکہ اختر کے پاس پہنچی۔ اس کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور اپنی چھاؤنی میں چلنے کی دعوت دی۔

ملکہ اختر نے جواب میں کہا۔ ''شکریے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھے بھیجا ہی اِسی لیے گیا تھا۔ میں آپ کی دعوت ضرور قبول کرتی مگر ملکہ بُرّاں نے مُجھے حکم دیا تھا کہ دُشمن کو نیچا دکھانے کے بعد میدانِ جنگ ہی سے واپس چلی آؤں۔'' مجبوراً مہ رُخ نے اسے عزّت و احترام کے ساتھ رُخصت کر دیا۔

اُدھر مہ رُخ اپنی فوج کے ساتھ فتح کے نقّارے بجاتی ہوئی چھاؤنی کی طرف روانہ ہوئی۔ اِدھر ملکہ بُرّاں نے ایک اور پھُول طلِسمی آئینے پر پھینک مارا۔ ایک لمحے کے لیے آئینے میں دُھوئیں کے مرغولے ناچتے دکھائی دیے۔ اس کے بعد وہ پھر پہلے کی طرح صاف ہو گیا۔ اب میدانِ جنگ کا سارا منظر غائب ہو چکا تھا۔

''کہیے خواجہ جی!'' ملکہ بُرّاں عُمرو سے مخاطب ہوئی۔ ''اب تو آپ کو اپنے ساتھیوں کی خیریت کے بارے میں اطمینان ہو گیا۔''

''نہیں ملکہ صاحب!'' عُمرو نے چونکتے ہوئے کہا۔ ''معاف کیجیے۔ ایسا لگتا ہے جیسے مجھے دِلاسا دینے کے لیے آپ نے ایک طلِسمی کھیل دِکھایا ہے۔ مہربانی کر کے

میرا یہ شک دُور کیجیے، اس کے بغیر مجُھے قرار نہ آئے گا۔"

"اچھا تو لو!" ملکہ بُرّاں نے کہا۔ "میں ملکہ اختر کو یہیں بُلوا ہی لوں۔ وہ تمہارا شک دُور کر دے گی۔"

گنبد کی ایک دیوار پر سات رنگ کی سات پریوں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ جس رنگ کی پری تھی اس کے اُوپر اسی رنگ کا ایک ایک چاند بھی بنا ہوا تھا۔ ملکہ بُرّاں ان میں سے ایک پری کی جانب اُنگلی اُٹھاتے ہوئے بولی۔ "سُنہری پری! ابھی جا! ملکہ اختر کو جہاں اور جس حال میں ہو لے آ۔"

یہ جملہ پورا ہی ہوا تھا کہ سبز رنگ کی تصویر جیتی جاگتی پری بن کر اُوپر اُچھلی اور سبز رنگ کے چاند میں سما گئی۔ دوسرے ہی لمحے چاند دیوار سے الگ ہو کر اُس آئینے کی طرف بڑھا جس میں عُمرو نے مہ رُخ اور حیرت کی جنگ کا منظر دیکھا تھا۔ پلک جھپکتے تو چاند آئینے کی سطح پر آ ٹکتا نظر آیا مگر پھر ایک زور دار زنّاٹے کے علاوہ اور کچھ دکھائی نہ سُنائی دیا۔

چانہ باہر نکلتے ہی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ آئینے کی سطح پھر پہلے جیسی ہموار اور بے عکس دکھائی دینے لگی۔ عُمرو یہ سارے شُعبدے دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ جو کچھ دیکھ رہا ہے اُس پر اعتبار کرے یا نظروں کا دھوکا سمجھے۔ وہ مہ رُخ کے لشکر سے ہزاروں میل دُور بیٹھا تھا مگر آئینے کی کھڑکی سے اُس نے سب کو اس طرح دیکھا تھا جیسے کسی مکان کی چھت سے نیچے کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ وہ اِسی چکّر میں تھا کہ ملکہ بُرّاں عُمرو کا ہاتھ پڑتے ہوئے بولی۔ ''خواجہ جی! بھُوک لگ رہی ہے۔ آیئے، جب تک ملکہ اختر آئے، ہم کچھ کھا پی لیں۔''

''جیسی آپ کی مرضی۔'' عُمرو نے جواب دیا۔ تینوں جا کر کھانے کی میز کے گِرد بیٹھ گئے۔ میز پر جتنے بھی برتن تھے سب سونے کے تھے اور اُن میں ہیرے، لعل، زمُرّد اور نیلم جڑے ہوئے تھے۔ ایک ایک گلاس ہزاروں کا اور ایک ایک پلیٹ لاکھوں کی تھی۔ عُمرو کے مُنہ میں پانی بھر گیا لیکن اُس کے ایک طرف مخمُور بیٹھی تھی اور سامنے ملکہ بُرّاں۔ ہاتھ کی صفائی دکھانے کا موقع نہ تھا۔ کھانے کے

دوران وہ صرف یہ سوچتا رہا کہ اِن گلاسوں اور پلیٹوں کو کِس طرح زنبیل میں ڈالا جائے۔ کھانے کے دوران عُمرو کو خاموش محسوس کر کے اور اُس کے بعد اُس کے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھ کر ملکہ بُرّاں نے اُس سے پوچھا۔ ”خواجہ صاحب! خیر تو ہے؟“

”ملکہ صاحبہ!“ عُمرو نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔“

ملکہ بُرّاں نے پوچھا۔ ”کیا کھانے میں کچھ گڑبڑ تھی۔“

”نہیں ملکہ صاحبہ۔“ عُمرو نے کہا۔ ”ان گلاسوں اور پلیٹوں نے طبیعت خراب کر دی ہے۔“

ملکہ بُرّاں کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ وہ خاموشی کے ساتھ عُمرو کو گھورتی رہی۔ عُمرو نے موقع غنیمت جانتے ہوئے کہا۔ ”ملکہ صاحبہ! زندگی میں کبھی میں نے ایسا عجیب طِلسمی گُنبد نہیں دیکھا۔ واپس جا کر دوستوں سے اِس کا ذکر کروں گا تو کوئی

یقین نہ کرے گا۔ اس کے علاوہ کیا پتا دوبارہ یہ گُنبد دیکھ سکوں گا یا نہیں۔ اس لیے چاہتا ہوں کہ یہاں کی کچھ نشانیاں یادگار کے طور پر اپنے ساتھ لے جاؤں۔ یہ گلاس اور طشتریاں اچھی نشانیاں ہیں مگر ہمّت نہیں پڑتی کہ طلب کروں، نہ جانے آپ کیا سمجھیں۔ اسی فکر میں پیٹ میں درد ہونے لگا ہے۔"

"ارے! بس اتنی سی بات!" ملکہ بُرّاں قہقہہ لگاتے ہوئے بولی۔ "خواہ جی! یہاں کی ہر چیز آپ کا مال ہے۔ جو چاہے رکھ لیجیے۔ اس کے لیے پیٹ میں درد پیدا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"بہت بہت شکریہ ملکہ صاحبہ۔" عُمرو نے کہا اور جڑاؤ گلاس اور پلیٹیں اور طشت زنبیل میں ڈالتے ہوئے کہنے لگا۔ "سمجھیے درد دُور ہو گیا۔ میں ابھی مِنٹوں میں ٹھیک ٹھاک ہوا جاتا ہوں۔ آپ کے لیے تو جان بھی قربان کر دُوں۔ اپنے پیٹ کا درد دُور کرنا کیا بڑی بات ہے۔"

جب سب چیزیں زنبیل میں ڈال لیں تو دانت نکالتے ہوئے بولا۔ "دیکھیے۔ اب

ٹھیک ہو گیا، ہی ہی ہی!"

مخمُور اور بُرّاں بے اختیار قہقہہ مار کر ہنسنے لگیں۔ عُمرو وقفے وقفے سے ہی ہی ہی، ہی ہی ہی کر کے اُنہیں ہنساتا رہا حتیٰ کہ ہنستے ہنستے اُن دونوں کے پیٹ میں درد ہو گیا۔

ممکن ہے ہنسی کے یہ دورے کچھ دیر اور جاری رہتے مگر تڑاخ کی آواز پر سب سنبھل کر بیٹھ گئے اور اُن کی نگاہیں چوتھے نمبر کے آئینے پر جم گئیں۔ ایک پل کے لیے سبز چاند اُس پر تھرکتا نظر آیا۔ دوسرے لمحے وہ گُنبد کے اندر تھا۔ بُرّاں سے تھوڑے فاصلے پر چاند میں سے سبز پری نِکلی۔

وہ دونوں ہاتھوں پر ملکہ اختر کو اُٹھائے ہوئے تھیں۔ ملکہ اختر بے ہوش نظر آ رہی تھی مگر اِس حالت میں بھی وہ ایک کٹے ہوئے سر کو مضبوطی کے ساتھ مُٹھّی میں جکڑے ہوئے تھی۔

ملکہ اختر کو ایک خالی صوفے پر لٹا کر سبز پری اپنی جگہ پر جا کر پھر سے تصویر بن

گئی۔ اسی طرح سبز چاند بھی اپنی جگہ پر جا کر دیوار سے چپک گیا۔

بُرّاں ملکہ اختر کو ہوش میں لائی۔ خود کو طلِسمی گُنبد میں ملکہ بُرّاں، عُمرو اور مخمُور کے سامنے پا کر مگر اختر نے بُرّاں سے کہا۔ "حضور! خدمت میں پہنچنے کے لیے میں تو خود روانہ ہو چکی تھی۔ چاند پری کے ذریعے بُلوانے کی کیا ضرورت تھی۔ تیز رفتاری کی وجہ سے جوڑ جوڑ درد کر رہا ہے اور کانوں میں سیٹیاں سی بج رہی ہیں۔"

"مجھے تمہاری تکلیف کا افسوس ہے۔" ملکہ بُرّاں نے کہا۔ "جلدی یوں پیش آئی کہ خواجہ عُمرو ساتھیوں کی خیر و عافیت کے لیے بے قرار تھے۔ جو کچھ تم نے وہاں دیکھا یا کیا ہے ذرا تفصیل سے اِن کے سامنے بیان کر دو۔"

ملکہ اختر نے کٹے ہوئے سر کو دکھاتے ہوئے کہا۔ "خواجہ جی۔ مردُود نے میرے پہنچنے سے پہلے آپ کے دوستوں پر غضب ڈھا رکھا تھا۔ اس کا نام نحُوست جادُو ہے۔ یہ طلِسم ہوش رُبا کے ایک علاقے کا بادشاہ، افراسیاب کا وفادار اور

زبردست جادُوگر ہے۔ اس کے چار ماتحت سرداروں نے سولہ ہزار طلِسمی جادُوگر بنائے تھے جنہوں نے بِلّور چہار دست اور اُس کے پُتلوں کو سخت نقصان پہنچایا تھا، بہر حال میں نے اِس مردُود اور اِس کی فوج کو ہلاک کر دیا۔ مہ رُخ کو آگ کے مینار سے نجات دِلائی۔ ملکہ حیرت ذلیل ہو کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ ملکہ مہ رُخ فتح کے شادیانے بجا رہی ہے۔ آپ کے دوست خیریت سے ہیں۔ اب فی الحال اُنہیں کوئی اندیشہ نہیں۔"

جو باتیں ملکہ اختر نے بیان کیں، عُمرو انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ نحوست جادُو کا سر اِن باتوں کی مزید تصدیق کرتا تھا مگر پھر بھی عُمرو کا شک دُور نہ ہوا۔ وہ یہی سمجھتا رہا کہ یہ سب ملکہ بُرّاں کا طلِسمی ڈراما ہے جو وہ اُسے تسلّی دینے کے لیے کر رہی ہے تا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس جانے کی ضِد چھوڑ دے۔ یہ بات اُس کے دل کو نہ لگتی تھی کہ ہزاروں میل دُور کے حالات اِتنے قریب سے دِکھائی دے سکتے ہیں۔ یا چاند پری چند لمحوں کے اندر اِتنی دُور جا کر ملکہ اختر کو لے کر واپس آسکتی ہے۔

عُمرو کا شک کِسی طرح دُور نہ ہوا تو ملکہ بُرّاں نے کہا۔ ”اچھا خواجہ! اب آپ کا شک دُور کرنے کے لیے میں ملکہ مہ رُخ ہی کو ہی بلوائے لیتی ہوں۔“

”بہتر ہے۔“ عُمرو نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ ”مگر وہ نقلی مہ رُخ نہ ہو۔“

”نقلی اصلی کا فیصلہ آپ خود کر لیجیۓ گا۔ بُرّاں جواب میں بولی اور دیوار کی طرف مُڑ کر سُرخ پری کی تصویر کو حکم دیا۔ ”سرخ پری! جا، ملکہ مہ رُخ کو لے کر دم کے دم میں واپس آ۔“

یہ کہنا تھا کہ سُرخ پری کی تصویر اُچھل کر اپنے اوپر کے سُرخ چاند میں جا بیٹھی اور چاند دیوار سے الگ ہو کر چوتھے نمبر کے آئینے سے سنسناتا ہوا باہر نِکل گیا۔

میدانِ جنگ سے پلٹ کر ملکہ مہ رُخ اپنی بار گاہ میں پہنچی ہی تھی کہ سُرخ چاند بھی وہاں پہنچ گیا۔ سُرخ پری چاند میں سے نِکل کر مہ رُخ کے سامنے آئی اور کہنے لگی۔ ”ملکہ بُرّاں نے آپ کو بُلایا ہے۔ میں لینے آئی ہوں۔“

مہ رُخ اور اُس کی بار گاہ میں موجود سبھی لوگوں کو شک ہوا کہ کہیں وہ افراسیاب

کی بھیجی ہوئی نہ ہو۔ سب نے آنکھوں کے اِشارے سے مہ رُخ کو جانے سے منع کیا۔ مہ رُخ نے ٹالنے کے خیال سے سُرخ پری سے کہا:

"بہن! میں تمہارے ساتھ ضرور چلتی۔ شہنشاہ کوکب کی بیٹی کے پاس جانا میں لیے فخر کی بات ہے۔ مگر یہاں خواجہ عُمرو بھی نہیں ہیں۔ افراسیاب سے ٹھنی ہوئی ہے۔ میں لشکر کو اکیلا چھوڑ کر چلی گئی تو افسر اور سپاہی سب کے حوصلے ٹوٹ جائیں گے۔"

مہ رُخ کی بات ختم نہ ہوئی تھی کہ برق فرنگی چُپکے سے کھسکتا ہوا سُرخ پری کے پیچھے جا پہنچا اور اچانک اُسے کمند میں جکڑ لیا۔ بارگاہ میں موجود لوگوں نے خوشی سے نعرہ بلند کیا لیکن پری نے جو اپنے بدن کو جھٹکا دیا تو کمند ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نیچے گِر پڑی۔ اِس کے ساتھ ہی وہ مہ رُخ کو دونوں ہاتھوں میں دبوچ کر سُرخ چاند کی طرف اُڑی اور چیخنے لگی۔ "بدبختو! مہمانوں سے ایسا سلوک کیا جاتا ہے؟ اگر ملکہ بُرّاں نے لڑنے کی اجازت دی ہوتی تو ابھی سب کو جلا کر راکھ کر دیتی۔ آب مہ رُخ کو لیے جاتی ہوں۔ جو بن پڑے کر لو۔"

اب تو سب کو یقین ہو گیا کہ یہ افراسیاب کی بھیجی ہوئی پری ہے۔ دھوکا دینے کو ملکہ بُرّاں کا نام لیتی ہے۔ مہ رُک نے چاہا کہ منتر پڑھ کہ پری سے نجات حاصل کرے مگر اس نے پہلے ہی مہ رُخ کو بے ہوش کر دیا۔ بار گاہ میں موجود سارے جادُوگر غُل مچاتے ہوئے سُرخ پری پر حملہ آور ہوئے مگر ان سب سے بچتی ہوئی سُرخ چاند میں جا داخل ہوئی۔ ملکہ بہار، فرمانیہ، کاکُل کشا، ناگن بجلی اور مہ رُخ کے دوسرے جاں نثار جادُوگر اُڑ کر سُرخ چاند کو روکنے کی کوشش کرنے لگے مگر اس پر ان کا کوئی جادُو اثر نہ کر سکا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ اُن کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

کچھ دیر بعد مہ رخ کی آنکھ کھلی تو خود کو ایک آرام دہ صوفے پر پڑا پایا۔ چونک کہ اُٹھی تو خواجہ عُمرو، مخمُور، ملکہ اختر اور بُرّاں کو اپنی طرف مُسکراتے دیکھا۔ حیران ہوئی کہ مُجھے پری افراسیاب کی لے کر اُڑی تھی۔ یہ عُمرو، مخمُور، اختر اور بُرّاں کہاں سے آ گئے۔ شاید انہیں بھی افراسیاب نے اِس گنبد میں قید کر دیا ہے۔ یہ بھی شک گزرا کہ کہیں یہ سب لوگ نقلی نہ ہوں۔ یہ خیال آتے ہی چمک کر

کھڑی ہو گئی۔ منتر پڑھ کر انگلی سے اپنے گِرد حفاظت کا حصار بنایا اور جھولی سے جادُو کا ایک گولا نکال کر چاروں طرف تانتی ہوئی کڑک کر بولی:

"خبر دار! جیسے بیٹھے ہو ایسے ہی چُپ چاپ بیٹھے رہو۔ ہلنے جُلنے یا منتر پڑھنے کی کوشش کی تو یہ گولا سر پر پڑے گا۔ سچ سچ بتاؤ تم لوگ کون ہو؟ یہ کون سی جگہ ہے؟ مُجھے یہاں کِس کے حکم سے لایا گیا ہے۔"

"ملکہ مہ رُخ! خُدا کے لیے گولے کو جھولی میں رکھ لو۔ میں عُمرو ہوں۔ یہ ملکہ بُرّاں ہیں، شہنشاہ کوکب کی صاحب زادی۔ وہ ملکہ اختر ہیں اور وہ تمہاری اپنی مخمُور ہے۔ اِطمینان کر لو۔ میں اصلی عُمرو ہوں۔"

یہ کہہ کر عُمرو ملکہ مہ رُخ کے قریب گیا اور اپنی بائیں آنکھ کا تِل اُسے دکھایا۔ مہ رُخ کا شک دُور ہو گیا۔ مدّت کی جدائی کے بعد اچانک خواجہ عُمرو کو دیکھ کر دیوانہ وار اُس سے لپٹ گئی اور سِسک سِسک کر رونے لگی۔ مخمُور، اختر اور ملکہ بُرّاں کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔ باری باری وہ بھی مہ رُخ سے بغل گیر ہوئے۔

ملکہ اختر سے بغل گیر ہو کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے مہ رُخ نے پوچھا۔ ”بہن! آپ تھوڑی دیر پہلے میدانِ جنگ سے اپنی فوج کے ساتھ مُجھ سے رُخصت ہوئی تھیں۔ اِتنی جلدی یہاں کیسے پہنچ گئیں؟“

”مجھے بھی آپ کی طرح ایک چاند پری لے کر آ گئی۔“ ملکہ اختر نے جواب دیا۔ ”ملکہ بُرّاں خواجہ عُمرو کا اِطمینان کرنا چاہتی ہیں۔ میری تصدیق سے اِن کا شک دُور نہیں ہوا۔ اب آپ ہی انہیں مطمئن کیجیے۔“

”کیا معاملہ ہے؟" مہ رُخ نے عُمرو سے سوال کیا۔ جواب میں عُمرو نے سارا قصّہ اس گُنبد میں پہنچنے سے لے کر ملکہ اختر کے آنے تک کا تفصیل سے بیان کیا۔ ملکہ مہ رُخ نے حرف بہ حرف ہر بات کی تصدیق کی۔ اب جا کر کہیں خواجہ عُمرو کو یقین ہوا کہ اُنہوں نے جو کچھ طلِسمی آئینے کے اندر دیکھا وہ سب صحیح تھا۔ پہلے خُدا کا شکر بجالائے اور پھر بر وقت مدد کرنے پر ملکہ بُرّاں اور ملکہ اختر کا شکریہ ادا کیا اور شک ظاہر کرنے کی معافی چاہی۔

کچھ دیر بعد مہ رُخ نے ساتھیوں کی پریشانی دُور کرنے کے خیال سے واپسی کی اجازت چاہی۔ ملکہ بُرّاں نے خواجہ عُمرو کی طرف دیکھا۔ انہوں نے کہا۔ ”پیچھے کی فکر نہ کیجیے۔ شہنشاہ کوکب اور ملکہ بُرّاں حالات پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہیں۔ آج کی رات آپ ملکہ بُرّاں کی مہمان ہیں۔ مجھے تفصیل کے ساتھ اب تک کی کُلی روداد کہنی سُننی ہے۔ کل صبح چلی جایئے۔ واپس پہنچ جائیں گی تو ساتھیوں کی پریشانی خود بخود دُور ہو جائے گی۔“ مہ رُخ راضی ہو گئی۔ ملکہ بُرّاں نے سب کو اپنے خاص اُڑن تخت پر بٹھایا اور جس طرح آئی تھی اُسی طرح گُنبد سے نِکل کر قلعہ ہفت رنگ میں اپنے محل میں جا پہنچی۔

اِتّفاق کی بات، جس وقت سُرخ پری مہ رُخ کو لے کر اُس کی چھاؤنی سے روانہ ہوئی تھی، عین اُسی وقت افراسیاب کو خیال آیا کہ کچھ حال مہ رُخ اور نحوست جادُو کی جنگ کا معلوم کرنا چاہیے۔ یہ نیّت کر کے اُس نے کتابِ سامری کھول کر دیکھی۔ مہ رُخ اور بِلّور کی مُصیبت، ملکہ اختر کی آمد، نحوست جادُو کی ہلاکت اور سُرخ چاند پری کی کار گُزاری، ہر بات اُسے معلوم ہو گئی۔

شہنشاہ کوکب کی مداخلت کے سبب اُسے کئی بار شرمندگی ہو چکی تھی۔ وہ اکثر کوکب کو نیچا دِکھانے کی ترکیبیں سوچا کرتا تھا۔ اب ملکہ اختر کی تازہ کارروائی نے اُس کے جذبۂ اِنتقام کو اور بھی بھڑکا دیا۔ اِسی حالت میں اُس نے خیال کیا کہ مہ رُخ کو بُرّاں نے اُٹھوا منگوایا ہے۔ اگر میں اسے طلِسم نُور افشاں سے لے اُڑوں تو شہنشاہ کوکب کی ناک کٹ جائے گی۔ دوست دُشمن سب کہیں گے کہ اپنے مہمان کی حفاظت نہ کرسکا۔ میری دھاک الگ جم جائے گی کہ تنِ تنہا جاکر کوکب جیسے بادشاہ کو اُس کے گھر میں ذلیل کر آیا۔

بس یہ سوچتے ہی اُس نے منتر پڑھ کر اُچھال لگائی اور آسمان کی جانب اِتنا تیز اُڑا کر دیکھتے ہی دیکھتے تارا ہو گیا۔

ملکہ بُرّاں طلِسمی گُنبد سے اُڑن تخت پر بیٹھ کر جو چلی تو مہ رُخ اور دوسرے ساتھیوں کو لیے ہوئے سیدھی شاہی مہمان خانے میں جا کر اُتری۔ یہاں عُمرو اور مخمُور سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد اُس نے مہ رُخ سے کہا۔ ”آپ دن بھر کی جنگ اور سفر سے خاصی تھک گئی ہیں۔ گھڑی دو گھڑی آرام کریں۔ رات

کو آپ کے آنے کی خوشی میں جشن ہو گا۔ شام کو میں خود آکر آپ کو لے جاؤں گی۔"

مہ رُخ واقعی تھکی ہوئی تھی۔ ملکہ بُرّاں اختر کے ساتھ اپنے محل چلی گئی تو وہ خواب گاہ میں جا کر سو گئی۔ عُمرو اور مخمُور بھی اپنے اپنے کمروں میں جا کر آرام کرنے لگے۔

دن ڈھلے مہ رُخ کی آنکھ کھُلی۔ نہا دھو کر کپڑے تبدیل کر کے وہ مہمان خانے کے بڑے کمرے میں آکر بیٹھ گئی۔ وہ چاہتی تھی کہ دعوت میں جانے سے پہلے کچھ دیر عُمرو سے بات چیت رہے۔ مگر خادماؤں نے بتایا کہ وہ ابھی تک سو رہے ہیں۔ وقت گزارنے کے لیے وہ مہمان خانے کے باغ کی سیر کو نکل گئی۔ ایک کُنج کی اوٹ میں افراسیاب گھات لگائے بیٹھا تھا۔ جیسے ہی مہ رُخ اُس کے قریب پہنچی، افراسیاب اُسے دبوچ کر لے اُڑا۔

مہ رُخ موت کے مُنہ میں

قلعہ ہفت رنگ کے شاہی مہمان خانے میں جگہ جگہ چاق و چوبند محافظ پہرے دار رہا کرتے تھے۔ ان سب کی نگاہ بچا کر افراسیاب نے مہ رُخ پر جھپٹا مارا تھا۔ مہ رُخ اپنا بچاؤ تو نہ کر سکی البتّہ جو نہی افراسیاب اسے لے کر اُڑا وہ پوری قوّت سے چیخ پڑی۔ ”بچاؤ! بچاؤ! بچاؤ!“

باغ کے اندر اور اِرد گِرد موجود پہرے داروں نے یہ آواز سُنی تو ہر سمت سے اُس طرف کو دوڑ پڑے۔ ہر ایک جوش میں چِلاّ رہا تھا۔ ”خبر دار! پکڑو! جانے نہ پائے!“

لیکن ان کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی افراسیاب آسمان کی طرف بُلند ہو چکا تھا۔ پہرے دار دونوں میں سے کِسی کو نہ پہچان سکے۔ بے بسی کے ساتھ کھڑے ہو کر

چیخنے لگے۔ "وہ رہا! لیے جاتا ہے! لے گیا! لے گیا!"

یہ چیخ پُکار سُن کر پہرے داروں کا افسر بھاگا ہوا آیا اور پوچھنے لگا۔ "کون لے گیا؟ کیسے لے گیا؟" کسی پہرے دار کے پاس اِن سوالوں کا جواب نہ تھا۔

عُمرو اور مخمُور جاگنے کے بعد مہمان خانے کے بڑے کمرے میں اکٹھے ہو گئے۔ ایک دوسرے کی مزاج پُرسی کے بعد انہوں نے طے کیا کہ چل کر ملکہ مہ رُخ کا حال معلوم کریں۔ اتنے میں ایک خادمہ نے آکر اِطّلاع دی۔ "ملکہ مہ رخ کچھ دیر آپ لوگوں کا انتظار کرتی رہیں پھر باغ کی سیر کو چلی گئیں۔ ابھی تک واپس نہیں آئیں۔"

"چلیے، ہم بھی باغ کی سیر کر لیں۔" مخمُور نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ عُمرو بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ عین اُسی موقع پر ملکہ براں بجھی آ گئی۔ تینوں ہنستے بولتے باغ میں داخل ہو گئے۔ لیکن چند ہی قدم چلے تھے کہ باغ کے اندر سے ہنگامے کی آوازیں سُنائی دینے لگیں۔ وہ بے تحاشا آوازوں کی سمت دوڑ پڑے۔ پہرے داروں نے

ملکہ بُرّاں کو اپنے سامنے پایا تو سب کے چہرے زرد ہو گئے۔ کپکپاتے ہاتھوں سے ادب کے ساتھ اس کو سلام کیا۔ ملکہ بُرّاں نے کڑے تیوروں سے پہرے داروں کے بڑے افسر کو گھورا تو اُس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ "حضور! یہاں سے کِسی عورت کی چیخ سُنائی دی۔ پہرے دار بھاگ کر اُدھر پہنچ گئے لیکن یہاں کچھ نہ تھا۔ ایک جادُو گر کِسی کو لیے ہوئے آسمان کی طرف اُڑ تا ضرور دِکھائی دیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کون چیخا تھا، اُڑنے والا جادُو گر کون تھا اور وہ کِسے لے گیا؟"

عُمرو اور مخمُور کا کلیجہ دھک سے ہو گیا۔ اُن کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ تینوں سمجھ گئے کہ کوئی مخمُور کو پکڑ کر لے گیا ہے۔ مخمور بولی۔ "ہو نہ ہو یہ افراسیاب کی حرکت ہے۔"

عُمرو نے بُرّاں سے کہا۔ "خدا کے لیے جلد کچھ کیجیے۔ مہ رُخ کی جان خطرے میں ہے۔"

براں تسلّی دیتے ہوئے بولی۔ "مہ رُخ میری مہمان تھی۔ خُود کو قربان کر دوں

گی، اُس کا بال بیکا نہ ہونے دوں گی۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ میں ذرا ابّا حضور کو خبر کر دوں۔"

یہ کہہ کر اُس نے جلدی جلدی ایک خط میں سارا واقعہ لکھ کر شہنشاہ کوکب کے پاس روانہ کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں طِلسمی پرندے کے ذریعے جواب آ گیا۔ لکھا تھا۔ مہ رُخ کو بے شک افراسیاب لے گیا ہے۔ تمھیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ میری آن اور آبرو کا معاملہ ہے۔ ابھی جا کر مہ رُخ کو چھڑاتا ہوں۔ عُمرو اور مخمُور سے کہو وہ بالکل پریشان نہ ہوں۔"

"یہ اور اچھا ہوا۔" ملکہ بُرّاں نے خط کا مضمون عُمرو اور مخمُور کو سُنا کر کہا۔ "میں جاتی تو شاید ناکام رہتی۔ ابّا حضور افراسیاب سے کِسی طرح کم نہیں۔ وہ مہ رُخ کو چھڑا کر ہی دم لیں گے۔"

اُدھر افراسیاب مہ رُخ کو لے کر اُڑا تو دم لیے بغیر سیدھا ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں جا کر اُترا۔ رات آدھی سے زیادہ نہ گزری تھی۔ ملکہ حیرت نے فی الفور جشن کا

اہتمام کیا۔ پوری چھاؤنی میں منادی کرادی گئی کہ شہنشاہ افراسیاب کوکب کے گھر سے مہ رُخ کو پکڑ لائے ہیں۔ کل صُبح سورج نکلتے ہی اسے پھانسی لگادیا جائے گا۔ یہ تماشا دیکھنے کے لیے سب لوگ سورج نکلنے سے پہلے ہی چھاؤنی کے سامنے والے میدان میں جمع ہو جائیں۔

یہ خوش خبری سُن کر سپاہیوں اور چھوٹے درجے کے افسروں نے اپنی اپنی جگہ رت جگا منانے کا پروگرام بنایا اور بڑے سردار زرق برق پوشاک پہن کر شاہی جشن گاہ میں پہنچنے لگے۔ جشن گاہ میں ملکہ مہ رُخ کو ایک اونچے چبوترے پر بے ہوش کر کے اِس طرح بٹھا دیا گیا تھا کہ ہر شخص اُسے دیکھ سکے۔ افراسیاب ملکہ حیرت کے ساتھ بڑی سج دھج کے ساتھ تختِ شاہی پر بیٹھا تھا۔ جشن گاہ میں آنے والا ہر شخص تخت کا پایہ پکڑ کر اُنہیں فرشی سلام کرتا اور اُن کی تعریف اوت ملکہ مہ رُخ کی برائی کرتا ہُوا اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ جاتا۔

نشستیں بھر جانے کے بعد ملکہ حیرت نے ایک مختصر تقریر میں افراسیاب کی بڑائی اور کارنامے بیان کیے جس کے خاتمے پر سب نے ''شہنشاہ افراسیاب کی جے! ملکہ

حیرت کی جے!" کے نعرے بُلند کیے۔ اس کے ساتھ ہی ناچ گانے کا دور شروع ہو گیا۔ پریوں کی ٹولیاں چھما چھم کرنے لگیں۔ راگ رنگ کا جادُو ہر طرف پھیلنے لگا۔

مہ رُخ کی فوج کے جو جاسوس حیرت کی چھاؤنی میں رہا کرتے تھے وہاں سے بھاگ کر ملکہ بہار کے پاس پہنچے اور اُسے اِطّلاع دی۔ بہار نے فوراً لشکر کے سارے سرداروں اور عیّاروں کو طلب کر کے مشورہ کیا۔ وہ پہلے ہی مہ رُخ کے لیے فکر مند تھے۔ یہ معلوم ہونے پر کہ ملکہ افراسیاب کی قید میں ہے اور کل صبح اُسے سُولی پر لٹکایا جائے گا، سب مرنے مارنے پر تُل گئے۔

فیصلہ ہوا کہ صبح سُورج نکلنے سے پہلے ہی حیرت کے لشکر پر یلغار کر دی جائے اور مہ رُخ کو لڑ بھِڑ کر چھڑُا لیا جائے۔ اس پر سارے سردار تو جنگی تیّاریوں میں لگ گئے مگر برق فرنگی، مہتر قیران، جانسوز اور ضرغام عیّار لشکر سے نِکل کھڑے ہوئے کہ جا کر عیّاری کریں اور رات ہی کو کسی ترکیب سے مہ رُخ کو چھڑا لائیں۔

اُدھر ناچ گانے کی محفل میں اچانک ملکہ حیرت کو عیّاروں کا خیال آیا۔ اُس نے چُپکے سے افراسیاب سے کہا۔ ”دُشمنوں کو خبر ملے گی تو اُن کے عیّار ضرور آئیں گے۔ ہمیں اُن سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔“

افراسیاب چونکا اور پھر کُچھ سوچتے ہوئے بولا۔ ”فکر نہ کرو ملکہ! ابھی ان کا انتظام کیے دیتا ہوں۔“

یہ کہہ کر اُس نے چُپکے چُپکے کوئی منتر پڑھا اور دریائے خُونِ رواں کی سمت اُنگلی اُٹھا کر اُسے بڑھنے کا حکم دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دریا میں جوش پیدا ہوا۔ بڑی تیزی کے ساتھ اُس کا پانی بڑھ کر مہ رُخ اور حیرت کی چھاؤنیوں کے درمیان پھیل گیا۔ کوئی بھی اپنا پرایا اِس پانی کو پار نہ کر سکتا تھا۔ اِس انتظام کے بعد دونوں مطمئن ہو کر راگ رنگ کے مزے لینے لگے۔

کامیابی کی خوشی اور ناچ رنگ کی مستی میں افراسیاب کوکب کو بالکل بھول گیا۔ اُسے اِس بات کا بالکل خیال نہ رہا کہ جس کے گھر سے اُس کے مہمان کو اُٹھا لایا

ہوں، وہ بھی آخر ایک شہنشاہ ہے۔ اپنی عزّت و آبرو برقرار رکھنے کے لیے وہ بھی کوئی جوابی کاروائی کر سکتا ہے۔

آخر یہی ہوا۔ محفل شباب پر تھی کہ کوکب بھی اُڑتا ہوا جشن گاہ کے اوپر آسمان پر آکر ٹھہر گیا۔ وہ اِتنی بُلندی پر تھا کہ کوئی اُسے نہ دیکھ سکتا تھا۔ اُوپر ہی اُوپر اُس نے ماش کے آٹے کی مہ رُخ جیسی ایک پُتلی بنائی اور ایک جادُوئی روح کو اُس کے اندر داخل کر کے حکم دیا:

"جیسے ہی اندھیرا ہوا مہ رُخ کی جگہ جا کر بیٹھ جانا اور صبح جب سُولی دی جائے تو پُتلی کے پیٹ سے نِکل کر واپس میرے پاس پہنچ جانا۔"

اس کے بعد کوکب نے منتر پڑھ کہ تالی بجائی۔ دیکھتے ہی دیکھتے نیچے رنگا رنگ ابر کا ایک ٹکڑا پیدا ہو گیا اور دھیرے دھیرے جشن گاہ کی طرف بڑھنے لگا۔ ایسا کر کے وہ خود اس ابر سے دُور دوسری طرف جا کر ٹھہر گیا۔

اچانک ملکہ حیرت کی نگاہ اس ابر پر پڑی۔ اس نے افراسیاب سے کہا۔ "وہ

دیکھیے۔ کوئی جادُوگر اِس ابر میں مہ رُخ کو چھڑانے آیا ہے۔"

افراسیاب نے آنکھ مل کر دیکھا تو واقعی ابر آہستہ آہستہ آسمان سے نیچے آرہا تھا۔ جوش میں اُٹھ کر وہ اتنی زور سے دھاڑا کہ محفل میں سنّاٹا چھا گیا۔ سب حیرت اور خوف کے ساتھ دیکھنے لگے کہ شہنشاہ کو اچانک کِس بات پر غصّہ آگیا۔ دوسرے ہی لمحے افراسیاب اُڑ کر ابر کی طرف لپکا۔ ابر تیزی سے اُوپر اُٹھنے لگا۔ جشن گاہ میں موجود ہر شخص ٹکٹکی باندھے آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ اسی لمحے کوکب نے کچھ پڑھ کر جشن گاہ کی طرف پھونکا۔ آناً فاناً ساری مشعلیں بُجھ گئیں۔ بجلی کی سی پھُرتی کے ساتھ کوکب نے چبوترے پر جھپٹ کہ مہ رُخ کو اٹھایا اور چلتا بنا۔ مہ رُخ کی جگہ چبوترے پر اس کی پُتلی آن موجود ہوئی۔ مشعلیں پھر پہلے کی طرح جلنے لگیں۔ اندھیرا ہونے اور روشن ہونے میں اتنا مختصر وقفہ تھا کہ بہت سے لوگ محسوس ہی نہ کر سکے اور جن لوگوں نے محسوس کیا وہ اُسے اپنی نظر کا دھوکا سمجھے۔

سب پوری توجّہ سے آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ افراسیاب کوکب کے پیدا

کردہ طِلِسمی ابر کو فنا کر کے زور زور سے للکار رہا تھا۔ ”میں افراسیاب ہوں، طلِسم ہوش رُبا کا شہنشاہ۔ جس میں ہمّت ہو سامنے آئے۔ میں تنہا مقابلہ کروں گا۔“

کافی دیر تک وہ اِسی طرح للکارتا رہا اور جب کوئی دکھائی نہ دیا تو شان کے ساتھ نیچے واپس آ گیا۔ تخت پر بیٹھتے ہوئے بُلند آواز سے اُس نے ملکہ حیرت سے کہا۔ ”دیکھا ملکہ! آنے والا میری دہشت ہی سے بھاگ گیا۔“

حیرت بولی۔ ”حضور سچ فرماتے ہیں۔ کوئی ایسا کلیجا کہاں سے لائے جو حضور کا مقابلہ کرے۔“ محفل میں موجود لوگوں نے یہ سن کر ایک بار پھر پُر جوش جے کارے بُلند کیے۔ اس کے بعد ناچ گانا شروع ہو گیا۔

صبح ایک طرف مہ رُخ کو پھانسی پر لٹکانے کی تیّاریاں ہو رہی تھیں، افراسیاب اور ملکہ حیرت کے گرد لاکھوں تماشائی خوشی کے نعرے بلند کر رہے تھے اور دوسری طرف مہ رُخ کی فوج کے سردار اور عیّار بے بسی سے اپنے ہاتھ مل رہے تھے۔ دریائے خُونِ رواں اُن کے بیچ میں حائل تھا۔ وہ مہ رُخ کی کوئی مدد نہ کر سکتے

تھے۔

آخر مُقرّرہ وقت آ گیا۔ دو جلّاد مہ رُخ کو پکڑ کر پھانسی کے تختے پر لے گئے۔ وہاں موجود ایک دوسرے جلّاد نے پھانسی کا پھندا مہ رُخ کے گلے میں ڈال دیا۔ ایک نقیب پُکارا۔ "لوگو! دیکھو اور عبرت حاصل کرو! جو شہنشاہ افراسیاب سے غدّاری کرے گا، ایک نہ ایک دن اِس حال کو ضرور پہنچے گا۔"

ایک افسر نے پھانسی کے تخت پر جا کر مہ رُخ سے اُس کی آخری خواہش پوچھی۔ وہ خاموش رہی۔ افسر نے افراسیاب کی طرف دیکھا۔ افراسیاب نے اِشارہ کیا۔ جلّادوں نے رسّی کھینچ لی۔ دیکھتے ہی دیکھتے مہ رُخ پھندے میں لٹک کر تڑپنے لگی۔ کچھ دیر بعد اُس کی لاش ٹھنڈی پڑ گئی۔ اِس موقع پر جیسا کہ ہر جادُوگر کے مرنے پر اُس کا بیر پُکارتا ہے، طِلِسمی رُوح لاش کے پیٹ سے نِکل کر پُکاری:

"ہیہات! مجھے ہلاک کیا۔ میرا نام مہ رُخ سحر چشم تھا۔"

یہ کہہ کر طِلِسمی رُوح شہنشاہ کو کب کی طرف چل دی اور افراسیاب کے حامیوں

نے زور دار جے کارے بلند کیے۔ دوست اور دُشمن کو یقین ہو گیا کہ ملکہ مہ رُخ کی زندگی کا چراغ گُل ہو گیا۔ افراسیاب بڑے فخر و غرور کے ساتھ ملکہ حیرت سے رخصت ہو کر باغِ سیب کو چل دیا۔ حیرت کی چھاؤنی میں شادیانے بجنے لگے۔ مہ رُخ کے لشکر میں ماتم کی صدائیں گونجنے لگیں۔

اُدھر شہنشاہ کوکب جیسے ہی اپنے ملک کی سرحد میں داخل ہوا، آسمان سے زمین پر آ گیا۔ مہ رُخ بے ہوش تھی۔ اُسے ایک چٹّان پر لٹا کر کوکب نے ایک جادُوگر سردار کا بھیس بدلا اور مہ رُخ کو ہوش میں لا کر کہنے لگا:

”ملکہ صاحبہ! افراسیاب آپ کو قلعہ ہفت رنگ سے اُٹھا لے گیا تھا۔ شہنشاہ کوکب کے حکم پر میں آپ کو چھڑا لایا ہوں۔ اب آپ آزاد ہیں۔ شہنشاہ کوکب نے آپ کو رُخصت کی اجازت بھی دے دی ہے اور بارہ ہزار فولادی پُتلوں کی فوج بھی آپ کے حوالے کی ہے۔ آپ اُن کے ساتھ اپنی چھاؤنی کو روانہ ہو جائیں۔ خواجہ عُمرو بھی ایک بڑی فوج کے ساتھ جلد آپ سے آ ملیں گے۔ بلکہ ضرورت پڑی تو ملکہ بر اں اور شہنشاہ کوکب آ کر آپ کی مدد کریں گے۔“

مہ رُخ نے شہنشاہ کوکب کا بہت بہت شکریہ ادا کیا مگر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے حیرت کے ساتھ کہنے لگی۔ ”وہ بارہ ہزار فولادی پُتلے کہاں ہیں؟“

جادُوگر سردار نے کچھ پڑھ کر قریب ٹیلے کی طرف پھونکا۔ ایک بگولا ٹیلے کے سر پر بلند ہو کر ناچنے لگا۔ چند ہی لمحوں بعد بگولا غائب ہو گیا۔ ٹیلے کی چوٹی پر سے بالشت بالشت بھر کے فولادی پُتلے چیونٹوں کی طرح نِکل پڑے لیکن جو بھی ٹیلے سے نیچے آتا لمبا تڑنگا جوان بن جاتا۔ ان کے چوہے جتنے دِکھائی دینے والے فولادی گھوڑے بھی اُونچے قد کے گھوڑوں جتنے بڑے ہو جاتے۔ تھوڑی ہی دیر میں بارہ ہزار فولادی پُتلوں کا لشکر مہ رُخ کے سامنے تھا۔ جادُوگر سردار نے پھر کوئی منتر پڑھ کر ایک جانب ہاتھ بلند کیا۔ فوراً ہی ایک عقاب اس طرف سے اُڑتا ہوا آیا اور مہ رُخ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ اس کی پیٹھ پر نرم ریشمی گدّوں والا ایک اور تخت بندھا ہوا تھا۔ جادُوگر سردار نے مہ رُخ سے کہا۔ ”اس پر سوار ہو جایئے۔ یہ آپ کو آپ کی چھاؤنی میں پہنچا دے گا۔“

مہ رُخ سردار کا شکریہ ادا کر کے عُقاب پر سوار ہو گئی اور عُقاب اُڑ کر چل دیا۔

فوراً ہی پُتلوں کی فوج بھی اپنے گھوڑوں سمیت اُڑتی ہوئی اُس کے پیچھے ہولی۔

شہنشاہ کوکب نے واپس پہنچ کر مہ رُخ کا سارا حال ملکہ بُرّاں کو لکھ بھیجا۔ عُمرو اور مخمُور نے مہ رُخ کی رہائی پر خدا کا شکر ادا کیا اور بے فکری کے ساتھ وقت گزارنے لگے۔

اُدھر ملکہ مہ رُخ بارہ ہزار فولادی پُتلوں کے ساتھ اپنی چھاؤنی کی طرف اُڑی چلی جارہی تھی کہ راستے میں ملکہ حیرت کی چھاؤنی دیکھ کر اس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ حیرت کی چھاؤنی میں شادیانے بج رہے تھے۔ مہ رُخ کی موت پر خوشیاں منائی جارہی تھیں۔ اس نے نیچے اُتر کر حیرت کی چھاؤنی پر ہلّا بول دیا۔ بارہ ہزار فولادی پُتلوں نے اُس کا اشارہ پاتے ہی حیرت کی فوج میں قیامت مچادی۔ ملکہ مہ رُخ عُقاب پر سوار ہر طرف جھپٹ جھپٹ کر چھاؤنی کے خیموں اور ڈیروں پر اندھادھند آگ کے گولے برسا رہی تھی۔ دُشمن کا جو بھی سپاہی اور سردار مہ رُخ کو دیکھتا بھُوت بھُوت چلّاتا ہوا خوف سے بھاگ کھڑا ہوتا۔ ان کی نگاہوں کے سامنے کچھ دیر پہلے مہ رُخ کو پھانسی دی گئی تھی۔ بیر کی آواز اُس کی موت کی

تصدیق کر چکی تھی۔ بے چارے مہ رُخ کو بھُوت نہ سمجھے تو اور کیا سمجھتے۔

ملکہ حیرت خیمے میں آرام کر رہی تھی۔ اس اچانک ہڑ بونگ پر گھبرا کر باہر نِکلی تو ہر طرف میدانِ کارزار گرم دیکھا۔ بارہ ہزار فولادی پُتلے اُس کی فوج کو کھیرے ککڑی کی طرح کاٹ رہے تھے۔ خیموں اور شامیانوں میں ہر طرف آگ لگ رہی تھی۔ اس کے سپاہی بھیڑ بکریوں کی طرح اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ میدان میں ملکہ نہ رُخ کے فاتحانہ نعرے گونج رہے تھے۔

حیرت چکرا گئی کہ ایک مہ رُک تھوڑی دیر پہلے پھانسی پا چکی ہے، یہ دوسری مہ رُخ کہاں سے آ گئی؟ وہ گھبرا کے باہر نِکلی تر مہ رُخ کو عُقاب پر بیٹھے گولوں کی برسات کرتے دیکھا۔

وہ بے تحاشا بھاگتی ہوئی پھانسی کے تختے پر پہنچی۔ وہاں مہ رُخ کی روش لٹکی ہوئی تھی۔ اپنے بدن میں چُٹکی لے کر دیکھنے لگی کہ کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہی۔ آخر اس نے پھانسی کے تختے پر چڑھ کر مہ رُخ کی لاش کو چھُو کر دیکھا۔ اس کی

ساری اُلجھن دُور ہو گئی۔ ماش کے آٹے کی پُتلی پھانسی پر لٹکی ہوئی تھی۔ سمجھ گئی کہ اصلی مہ رُخ وہی ہے جو عُقاب پر سوار اس کے لشکر کو تباہ کر رہی ہے۔ جوش میں آ کر اس نے بھی مہ رُخ اور فولادی پُتلوں پر جادُو کے وار کرنے شروع کر دیے۔ ساتھ ہی اپنے سپاہیوں کو بھی للکار للکار کر مُقابلے کے لیے اُبھارنے لگی۔ فولادی پُتلوں پر اُس کا کوئی وار کارگر نہ ہوتا تھا اور مہ رُخ فوراً اُس کے حملے کا توڑ کر کے اُس پر جوابی وار کر دیتی تھی۔

خاصی دیر تک حیرت مہ رُخ اور اُس کے پُتلوں کا مُقابلہ کرتی رہی مگر جب اُس نے دیکھا کہ اس کے سارے سردار اور فوجی بھاگ چُکے ہیں، تو لاچار وہ بھی بھاگ کھڑی ہوئی۔ مہ رُخ نے جی بھر کر اُس کی چھاؤنی کو تباہ و برباد کر کے اپنی چھاؤنی کا رُخ کیا۔ اس کے دوست اُس کی موت کے غم میں ماتم کر رہے تھے کہ وہ مع فولادی پُتلوں کی فوج کے اُن کے پاس جا پہنچی۔ سُوکھی کھیتی ہری ہو گئی۔ بہتے آنسو تھم گئے۔ ٹُوٹے ہوئے دل جُڑ گئے۔ مہ رُخ کو زندہ و سلامت پا کر سب نے خُدا کا شکر ادا کیا۔

ملکہ صنعت سحر ساز

اس واقعے کے بعد افراسیاب ایک سے ایک نامور جادُوگر کو زبردست فوج کے ساتھ مہ رُخ کے مُقابلے پر بھیجتا رہا۔ لیکن ان میں سے کوئی عیّاروں کا شکار بنا، کوئی بِلّور چہار دست کے ہاتھوں مارا جاتا، کِسی کو ملکہ بہار دیوانہ بناتی اور کِسی کو خود مہ رُخ موت کے گھاٹ اُتارتی۔ گھمسان کی لڑائی میں بِلّور چہار دست کے شیشے کے پُتلے اور مہ رُخ کے ساتھ آنے والے فولادی پُتلے زبردست کارنامے انجام دیتے اور ہزاروں بلکہ لاکھوں دُشمنوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیتے۔

کئی ہفتے مسلسل ایسا ہی ہوتا رہا۔ آخر کار ایک دِن غصّے میں آکر افراسیاب نے ملکہ صنعت سحر ساز کو مہ رُخ کے مقابلے پر جانے کا حکم دیا۔ صنعت زبردست جادُوگرنی اور ایک بڑے ملک کی حکمران تھی۔ حکم پاتے ہی وہ اپنے ملک گئی اور

چند ہی دنوں میں چھ لاکھ کا لشکر ساتھ لے کر بڑی آن بان کے ساتھ ملکہ حیرت کے پاس جا پہنچی۔ جس نے بھی اِس لشکر کی شان اور ساز و سامان کو دیکھا، اُس کے دل میں ملکہ صنعت کا رُعب بیٹھ گیا۔ ملکہ حیرت بے حد خوش ہوئی، صنعت کی بڑی آؤ بھگت کی اور اُس کی فوج کے پڑاؤ اور اُس کے کھانے پینے کا ایسا شاندار انتظام کیا کہ اِس سے پہلے کسی کے لیے نہ کیا گیا تھا۔

مہ رُخ ملکہ صنعت کی طاقت سے اچھی طرح واقف تھی۔ جاسوسوں نے اُسے اُس کی آمد کی خبر دی تو زبان سے تو اس نے بڑے حوصلے کی باتیں کیں لیکن دل میں فکر مند ہو گئی۔ اِدھر ایک رات آرام کرنے کے بعد دوسرے دِن صبح صنعت اپنی فوج لے کر میدان میں نِکلی۔ دوسری طرف سے ماہ رُخ نے بھی اس کے مُقابلے پر اپنی فوج لا کھڑی کی۔ کئی لحاظ سے بھی دونوں فوجوں میں کوئی نسبت نہ تھی۔ صنعت کی فوج سمندر لگتی تھی اور مہ رُخ کی فوج جزیرہ۔ صنعت کا لشکر کوہستان نظر آتا تھا اور مہ رُخ کا لشکر ٹیلا۔

دونوں لشکروں کی صفیں درست ہو چکیں تو ملکہ صنعت اپنی فوج سے نِکل کر

میدان میں آئی اور بُلند آواز سے پُکاری: "اے مہ رُخ! تم سب کی زندگی کے دن پورے ہو چکے ہیں لیکن اس سے پہلے کہ تم میری فوج کا شکار بنو، میں تمہیں دل کی حسرت نِکالنے کا موقع دینا چاہتی ہوں جس میں حوصلہ ہو آکر مجھ سے دو دو ہاتھ کرے۔"

یہ الفاظ صنعت نے کچھ ایسے غرور سے ادا کیے کہ مہ رُخ جوش و غیرت سے سُرخ ہو گئی۔ اُس نے اپنے عُقاب کو آگے بڑھایا۔ اِسی لمحے سُرخ مُو لپک کر اُس کے سامنے آگئی اور اُسے روکتے ہوئے بولی۔ "آج ہم میں سے کسی کا بھی زندہ بچنا مشکل ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ پہلے میں ہی جا کر اِس ڈائن سے نپٹ لوں۔ ویسے بھی ہمارے ہوتے آپ کا مقابلے پر جانا اچھی بات نہیں۔ آپ بعد میں اپنا حوصلہ نِکال لیجیے۔"

بات معقول تھی۔ مہ رُخ کو ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ سُرخ مُو اپنی فوج سے تیر کی طرح نِکل کر صنعت کے سامنے جا پہنچی اور بولی۔ "میرا نام سُرخ مُو ہے۔ لے۔ میرا وار سنبھال!" یہ کہہ کر اُس نے ایک نارنج نکال کر تیزی کے ساتھ صنعت پر

مارا۔ یہ نارنج ایک خوفناک جادوئی طاقت رکھتا تھا۔ صنعت ایک طلسمی شیر پر سوار تھی، پہلے تو اپنی جگہ ڈٹی رہی مگر جونہی اسے نارنج کی طاقت کا اندازہ ہوا، شیر چھوڑ کر ہوا میں اُڑ گئی۔ نارنج طلسمی شیر پر پڑا۔ وہ آناًفاناً جل کر راکھ ہو گیا۔

صنعت نے ہوا پر اُڑتے ہوئے ایک گولا جادُو کا سُرخ مُو پر کھینچ مارہ۔ سرخ مُو ایک طلسمی مور پر سوار تھی۔ گولے کو اپنی طرف آتا دیکھ کے مُور سے اُچھلی اور زمین میں غوطہ لگا گئی۔ گولا مور پر پڑا۔ مور دھواں بن کر تباہ ہو گیا۔ گولا اتنا طاقتور تھا کہ وہاں سے ٹپّا کھا کر مہ رُخ کی فرج میں گھستا چلا گیا، اگلی صفوں میں کھڑے ہوئے صدہا جنگی ہاتھیوں کا صفایا کر دیا اور ہاتھیوں کے بعد جادُوگروں کے جو دستے صف بستہ تھے، انہیں خاک و خون میں مِلا دیا۔

صنعت سمجھی کہ سرخ مُو ماری گئی۔ اس نے بڑے غرور کے ساتھ فتح کا نعرہ بلند کیا۔ اُسی لمحے سُرخ مُو زمین سے اُوپر آئی۔ اُسے زندہ دیکھ کر صنعت کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ فوراً ایک تنکا زمین سے اُٹھا کر ایک منتر پڑھا۔ دیکھتے دیکھتے وہ تِنکا چالیس گز لمبی لپلپاتی تلوار بن گیا۔ صنعت نے اس تلوار سے سرخ مُو کے سر پر

ایک زور دار وار کیا۔

سرخ مُو نے بچاؤ کا منتر پڑھا۔ اس کے کئی سو غلام بھُوت تلوار سے چمٹ گئے۔ تلے اُوپر ساٹھ ڈھالیں اُس کے سر پر چھا گئیں مگر صنعت کی طلِسمی تلوار بھُوتوں کے ٹکڑے اُڑاتی اور ساری ڈھالوں کو کاٹتی سُرخ مُو کے سر میں اُتر گئی۔ سُرخ مُو بے ہوش ہو کر گِر پڑی۔

صنعت آگے بڑھی کہ سُرخ مُو کا سر تن سے جُدا کر دے مگر سرخ مُو کی بہن سُرخ چشم یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ اس نے طلِسمی پنجہ بھیج کر سُرخ مُو کو اُٹھوالیا اور فوراً للکارتی ہوئی صنعت کے مُقابلے پر آ گئی۔ ابھی صنعت اور سُرخ چشم کے درمیان کچھ فاصلہ باقی تھا کہ ایک زور کا دھماکا ہوا اور سُرخ چشم پیچھے کی جانب جا گِری۔ یہ دھماکا صنعت کی فوج کے ایک بڑے سردار کے گولا پھینکنے پر ہوا۔ یہ دیکھ کر ملکہ مہ رُخ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ وہ فوراً اپنا عقاب اُڑاتے ہوئے صنعت کے سامنے جاڈٹی۔ صنعت اُسے دیکھ کر کہنے لگی۔

”بہت اچھا کیا جو تو خود آ گئی۔ میں تو تیری ہی منتظر تھی۔“

یہ کہہ کر اُس نے زمین پر زور سے دونوں ہاتھ مارے۔ زمین پھٹ گئی اور دو طِلسمی بیڑیاں نکل کر خود بخود مہ رُخ کے پیروں میں جا پڑیں۔ مہ رُخ نے بیڑیوں کو دفع کرنے کے لیے کتنے ہی منتر پڑھے، کتنے ہی ہاتھ پاؤں مارے مگر ٹس سے مس نہ ہو سکی۔

صنعت فاتحانہ قہقہے لگاتی ہوئی مہ رُخ کا سر کاٹنے کے لیے آگے بڑھی۔ ملکہ بہار سے یہ دیکھ کر ضبط نہ ہو سکا۔ اپنا مور اُڑا کر صنعت کے سامنے آئی اور جادُو بھرے لہجے میں پُکاری ”اے صنعت! یہ تیرے ہاتھ میں تلوار ہے یا پھولوں کی چھڑی۔“

ان لفظوں کی جادوئی تاثیر سے دیکھتے ہی دیکھتے صنعت کی طِلسمی تلوار پھُولوں کی چھڑی بن گئی۔

صنعت پہلے تو کچھ سٹپٹائی، پھر بڑے اعتماد کے ساتھ بولی۔ ”ملکہ بہار! اگر تو شہنشاہ

افراسیاب کی خاص عزیز نہ ہوتی تو تیرا جادُو ہرگز مجھ پر اثر نہ کرتا۔ بہر حال اب مہ رُخ کو چھوڑ کر تجھ سے نپٹ لیتی ہوں۔ دیکھ! تیری پھولوں کی چھڑی میرے واسطے اور میری تلوار تیرے واسطے۔ تُو ہی اس تلوار سے میرا مقصد پورا کر۔"

یہ آخری جملے صنعت نے ایسے جادُو بھرے لہجے میں ادا کیے کہ کام کر گئے۔ مہ رُخ کی پیر کی بیڑیاں کٹ گئیں۔ بہار کے ہاتھ میں ملکہ صنعت والی چالیس گزی تلوار آگئی اور صنعت کے اثر میں آکر وہ اُس تلوار سے اپنی ہی فوج کے لوگوں کو قتل کرنے لگی۔ برق عیّار نے یہ کیفیّت دیکھی تو گھات لگا کر بے ہوشی کا غبّارہ بہار کے مُنہ پر کھینچ مارا۔ وہ بے ہوش ہو کر گِر پڑی۔ برق اُسے گٹھڑی میں باندھ کر یہ جا وہ جا۔

کچھ دیر بعد صنعت نے جو غور کیا تو بہار غائب تھی۔ غصّہ میں آکر اس نے ایک منتر پڑھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر کالی گھٹائیں چھا گئیں۔ بادل گرجے، بجلی چمکی۔ مگر آسمان پر سے پانی کے بجائے پتھّر برسنے لگے۔ جس کسی پر یہ پتھّر پڑتے، پِس کر سُرمہ ہو جاتا۔

اُوپر سے یہ قیامت تھی اور نیچے صنعت کی طِلسمی تلوار تباہی مچا رہی تھی لیکن مہ رُخ کی فوج نے بھی سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ ایک جانب سے بِلّور چہار دست کے شیشے کے پُتلے دوسری طرف سے مہ رُخ کے فولادی پُتلے یلغار کرتے ہوئے صنعت کی طرف بڑھنے لگے۔ غصّے میں آ کر صنعت نے اپنی ساری فوج کو حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ بس پھر کیا تھا، جنگ جُو سپاہیوں اور جادُو گروں کا ایک زبردست سیلاب اُمڈ اُمڈ کر مہ رُخ کی فوج کی طرف بڑھنے لگا۔ جو لوگ پتھّروں کی برسات اور صنعت کی تلوار سے پہلے ہی تلملا رہے تھے اس خوفناک تباہی کو اپنی طرف بڑھتا دکھ کے لرز اٹھے۔

دُشمن کی اتنی بڑی فوج سے ٹکّر لینا موت کو جان بوجھ کر گلے لگانے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ بزدل تر بزدل، بڑے بڑے سورما بھی جان بچانے کے لیے بھاگنے لگے۔ صنعت نے یہ دیکھ کر اپنی فوج کو حکم دیا:

”تیزی سے پھیل کر دُشمن کو گھیرے میں لے لو۔ خبردار! کوئی بھاگ کر نہ جانے پائے۔“

صنعت کی فوج دائیں بائیں پھیل گئی اور میلوں کا چکّر کاٹتے ہوئے چاروں طرف سے مہ رُخ کی فوج کو اپنے نرغے میں لے لیا۔ گھیرا مکمل کرنے کے بعد صنعت کے حکم پر سب آہستہ آہستہ چاروں طرف سے مہ رُخ کی فوج کی طرف بڑھنے لگے۔ بھاگنے والوں نے جب دیکھا کہ جو بھاگتا ہے، دُشمن کے ہتھّے چڑھ کر کتّے کی موت مارا جاتا ہے تو مجبوراً دُشمنوں سے لڑنے لگے۔

لیکن یہ لڑائی ایسی ہی تھی جیسی پاؤں تلے دب جانے والی چیونٹی کاٹنے کی کوشش کرتی ہے۔ موت تیزی سے اُن کی طرف لپک رہی تھی اور انہیں یقین تھا کہ وہ ہرگز زندہ سلامت نہ بچ سکیں گے۔ مہ رُخ، بہار اور دوسرے نام ور سردار زخمی ہو چکے تھے۔ فوجیوں کے حوصلے پست تھے۔ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق سب اپنے بچاؤ میں اُلٹے سیدھے ہاتھ پیر چلا رہے تھے۔

خیر، انہیں تو اب اُن کی قسمت کے حوالے کیجیے اور خواجہ عُمرو کا حال سُنیے۔ قلعہ ہفت رنگ میں ملکہ براں کے مہمان کی حیثیت سے وہ بڑے اِطمینان کے دن گزار رہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ شہنشاہ کوکب نے جو فولادی پُتلے ملکہ مہ رُخ

کے ساتھ کیے ہیں وہ دُشمنوں سے اچھی طرح نپٹ رہے ہوں گے اور اگر کوئی بڑی آفت نازل ہوئی تو شہنشاہ کوکب ضرور اُن کی مدد کرے گا۔

ایک دن وہ ملکہ بُرّاں کے دربار میں بیٹھے اپنے لطیفوں سے حاضرین کو خوش کر رہے تھے کہ اچانک شیر پر سوار سونے کا ایک طِلسمی پُتلا اُڑتا ہوا آ کر ادب سے بُرّاں کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ بُرّاں نے سوالیہ نگاہوں سے پُتلے کو گھورا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کہ ایک لفافہ اُس کے سامنے کر دیا۔ لفافے پر شہنشاہ کوکب کی مہر تھی۔ بُرّاں نے جلدی سے لفافہ چاک کر کے خط نکالا اور پڑھنے لگی۔ لکھا تھا:

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ صنعت سحر ساز ملکہ مہ رُخ سے لڑنے کے لیے روانہ ہو چکی ہے۔ وہ زبردست جادُوگرنی ہے اور بے شمار فوج کی مالک ہے۔ مہ رُخ اُس کا مُقابلہ نہ کر سکے گی۔ تم فوراً خواجہ عُمرو کو لے کر باغِ عیش میں پہنچو۔ وہاں سے ایک دن میں میدانِ جنگ میں پہنچا جا سکتا ہے۔ میں وہاں آ کر خواجہ عُمرو کو رُخصت کروں گا کہ جا کر اپنے دوستوں کی مدد کریں۔“

بُرّاں نے خط کے مضمون سے عُمرو کو آگاہ کیا تو مخمُور نے بے صبری کے ساتھ پوچھا۔ ”شہنشاہ کوکب نے میرے لیے کیا حکم فرمایا ہے؟“

بُرّاں نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ”تم خواجہ کے ساتھ آئی تھیں، جب اُنہیں رُخصت ملے گی تو تم کو بھی مل جائے گی۔“

یہ سُن کر مجلس جادُو، عمران جادُو اور ملکہ اختر جادُو رونے لگیں کہ اب نہ جانے کب مخمُور اور خواجہ کی شکل دیکھیں۔ بُرّاں نے اُن کو بھی تسلّی دیتے ہوئے کہا۔ ”جس راہ خواجہ کو بھیجا جائے گا وہ ان سب کے لیے ہمیشہ کھُلی رہے گی۔ خواجہ برابر آتے جاتے رہیں گے۔“

غرض سب کو تسلّی دے کر مخمُور اور عُمرو کو ساتھ لیے ملکہ براں باغِ عیش پہنچی۔ کچھ دیر بعد شہنشاہ کوکب بھی وہاں آ گا۔ براں اور عُمرو نے اُسے جھُک کر سلام کیا۔ بُرّاں کو دُعائیں دے کر کوکب نے عُمرو کی مزاج پُرسی کی اور پھر کہنے لگا۔ ”خواجہ! میں آپ کو رُخصت نہیں کر رہا بلکہ صنعت کا مُقابلہ کرنے کے لیے بھیج

رہا ہوں۔ یہاں کے طِلسمی دروازے آپ کے لیے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔ آپ ایک دن میں میدانِ جنگ میں جا سکتے ہیں اور اِسی طرح وہاں سے واپس آ سکتے ہیں۔ ملکہ بُرّاں ہمیشہ آپ کی مدد کے لیے مُستعد رہے گی بلکہ اگر ضرورت پڑی تو میں خود بھی پہنچ کر افراسیاب سے جنگ کروں گا۔ اگر آپ کو کچھ مہلت ملے تو شہزادہ اسد کو قید سے چھڑانے کی فکر کیجیے کہ وہ طِلسم کُشا ہے۔ اُس کے بغیر طِلسم ہوش رُبا کا تسخیر ہونا مشکل ہے۔ بہر حال میں ہر طرح آپ کے ساتھ ہوں۔"

کوکب کی زبان سے اِتنی ہمّت افزا باتیں سُن کر عُمرو کا دل باغ باغ ہو گیا۔ اس نے کوکب کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے۔ کوکب نے ملکہ براں کو اشارہ کیا۔ وہ اُٹھ کر باغ کی بارہ دری میں گئی۔ وہاں کئی سو کنیزیں زر و جواہر اور اعلیٰ تحفوں کے طشت لیے تیّار کھڑی تھیں۔ ملکہ براں اُنہیں لیے ہوئے واپس آئی۔ کوکب نے یہ ساری چیزیں خواجہ عُمرو کو نذر دی۔ کروڑوں کا مال تھا۔ طِلسمی ہتھیار اور نادر تحفے اِس کے علاوہ۔ کوکب کا بہت بہت شکریہ ادا کر کے عُمرو نے سارے طشت لے لے کر زنبیل میں ڈال لیے۔

کوکب نے عُمرو کو رُخصت کرتے ہوئے ملکہ بُرّاں سے کہا۔ ”خواجہ کو طلِسمی دروازوں کے باہر تک چھوڑ آؤ اور ماہی پری زاد اور سیلان جادُو کو لشکر دے کر ان کے ساتھ کر دو۔“

یہ کہہ کر شہنشاہ کوکب تخت سمیت غائب ہو گیا۔ بُرّاں عُمرو کو لے کر ایک عجیب سی عمارت کے سامنے پہنچی اور دروازے کی طرف مُنہ کر کے چِلاّ کر بولی۔ ”اے باران جادُو اور سیلان جادُو! شہنشاہ کوکب نے حکم دیا ہے کہ اپنی فوجوں کو لے کر خواجہ عُمرو کے ساتھ طلِسم ہوش رُبا جاؤ اور صنعت سحر ساز سے جنگ کرو۔“

یہ سُنتے ہی اس عمارت کی چھت اُڑ گئی۔ ”حاضر حاضر!“ کی صدائیں چاروں طرف سے آنے لگیں۔ سیلان جادُو اور باران جادُو طلِسمی مچھلیوں پر سوار ملکہ براں کے سامنے آ کر ٹھہرے۔ ان کے پیچھے سیکڑوں طلِسمی ہاتھی عمارت کے اندر سے اُڑ اُڑ کر آئے اور قطاروں میں کھڑے ہو گئے۔ ہر ہاتھی پر دس دس خُوف ناک جادُوگر سوار تھے اور ہاتھوں میں بجلیوں کے ہنٹر لیے تھے۔ سانس چھوڑنے پر ہر ایک کے مُنہ اور ناک سے آگ کے شعلے نکلتے تھے۔

ملکہ بُرّاں نے باران جادُو اور سیلان جادُو کو روانہ ہونے کا حکم دیا۔ ایک خاص طِلسمی گھوڑا خواجہ عُمرو کو ملا۔ دونوں سرداروں نے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ ایک زبردست ابر جادُو کا آسمان پر چھا گیا۔ عُمرو سمیت سب اُڑ اُڑ کر اس ابر پر سوار ہوئے۔ ابر تیزی کے ساتھ اُڑتا ہوا طِلسم ہوش رُبا کی طرف چل دیا۔

اُدھر مہ رُخ کی فوج صنعت کے لشکر کا گھیرا توڑ کر نکلنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھی۔ لیکن راستہ پیدا کرنے کے لیے وہ جس طرف بھی یلغار کرتی، صنعت کی فوج اپنا زور اُسی طرف بڑھا دیتی۔ آخر ہر طرف سے گھیرا تنگ کرتے کرتے صنعت کی فوج مہ رُخ کے لشکر سے ایک تیر کے فاصلے پر آ کر ٹھہر گئی۔ دونوں طرف کے سردار آخری حملے کے لیے اپنی صفوں کو درست کرنے لگے۔ مہ رُخ کی فوج میں اب اپنا بچاؤ کرنے کی سکت باقی نہ رہی تھی لیکن موت کو قریب پا کر اور پناہ کی کوئی صورت نہ دیکھ کر وہ بھی آخری وار کے لیے حوصلہ پیدا کر رہی تھی۔ سردار اور سپاہی سب ایک دوسرے کا دل بڑھا رہے تھے۔

اچانک صنعت نے اپنی فوج کو حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ مہ رُخ کی فوج کے

چاروں طرف رُک جانے والا دُشمن سپاہیوں کا سمندر اِکبارگی ہر طرف سے آگے کو دوڑ پڑا۔ طوفانی لہروں نے چھوٹے سے جزیرے کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ دونوں کی اگلی صفیں ایک دوسرے میں گڈ مڈ ہو گئیں۔ خوفناک دست بدست جنگ شروع ہوگئی۔ مہ رُخ کی فوج کی اگلی صفیں تیزی کے ساتھ خاک وخون میں تڑپتی نظر آنے لگیں

صنعت کے لشکر کا اگر ایک سپاہی یا جادُوگر مرتا تو فوراً دس آدمی اُس کی جگہ موجود ہوتے۔ مگر مہ رُخ کی فوج کا جو آدمی مرتا تو اُس کی جگہ ایک آدمی بھی نہ لے سکتا۔

صنعت کی فوج ہر طرف سے پیش قدمی کرتی آندھی اور طوفان کی طرح آگے بڑھتی چلی جارہی تھی۔ مہ رُخ کی فوج کا صفایا ہوتا جارہا تھا، جنگ کی بجائے یک طرفہ قتل عام کا منظر دکھائی دینے لگا تھا۔

عین اسی موقع پر ایک گھنگھور گھٹا میدانِ جنگ کے اوپر آکر ٹھہر گئی۔ سب سمجھ

گئے کہ جادُوگروں کی کوئی فوج آئی ہے۔ صنعت اور اُس کے حامیوں نے خیال کیا کہ شاید افراسیاب نے ہمارے لیے بھیجی ہے۔ مہ رُخ اور اس کے ساتھی سمجھے کہ شاید خدا نے ہماری دُعا سُن لی ہے اور شہنشاہ کوکب کا کوئی سردار آ پہنچا ہے۔ سارے لڑنے والے ہاتھ روک کر آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔

بلا شبہ یہ وہی طلِسماتی گھٹا تھی جس پر سوار ہو کر خواجہ عُمرو طلِسم نُور افشاں سے چلے تھے۔ اُوپر سے اُنہوں نے اپنے دوستوں کا حالِ زار دیکھا تو اُن کا خون کھول اُٹھا۔ کوکب کا دیا ہوا ایک طلِسمی تحفہ انہوں نے زنبیل سے نکال کے اُس ابر کی طرف پھینکا جو مہ رُخ کی فوج پر پتھّر برسا رہا۔ اُس تحفے کے اثر سے وہ ابر فی الفور اپنی جگہ سے ہٹ کر صنعت کی فوج پر پتھّر برسانے لگا۔

صنعت نے یہ دیکھ کر ایک پھُول ابر کی طرف اُچھال دیا۔ ابر دُھواں بن کر غائب ہو گیا۔ عُمرو کو سخت غصّہ آیا۔ وہ للکارا۔ ”میرا نام عُمرو ہے۔ صنعت ہوشیار ہو جا۔ ہر گز تجھے زندہ نہ چھوڑوں گا۔“

صنعت چوکنا ہو کر بادل کی طرف دیکھنے لگی۔ عُمرو نے کوکب کا دیا ہوا ایک طِلسمی تحفہ صنعت پر کھینچ مارا۔ صنعت زمین میں ڈبکی لگا کہ غائب ہو گئی۔ وہ تحفہ جس جگہ پڑا وہاں آگ کا ایک ستون چکّر لگانے لگا۔ صنعت دُور جا کر زمین سے اوپر نِکلی۔ عُمرو نے مہ رُخ سے کہا۔ "ملکہ ! لینا اس کو۔"

عُمرو کی آواز سُن کر مہ رُخ اور اُس کی فوج کے حوصلے بُلند ہو چکے تھے۔ صنعت کے طِلسمی ابر سے نجات پا کر وہ اپنی صفیں بھی درست کر چکے تھے۔ عُمرو نے جو یہ حکم دیا تو سب بھوکے شیروں کی طرح صنعت پر ٹوٹ پڑے۔

صنعت نے جوش میں آ کر عُمرو اور مہ رُخ پر طِلسمی گولے برسانے شروع کر دیے۔ جو لوگ صنعت پر حملہ کرنے کے لیے لپک رہے تھے، اُن کی پیش قدمی رُک گئی۔

عُمرو نے یہ رنگ دیکھ کر شہنشاہ کوکب کا دیا ہوا ایک طِلسمی جام زنبیل سے نکالا اور صنعت کی طرف کر دیا۔ اب صنعت جو بھی گولہ پھینکتی، جام میں بنی ہوئی تصویر

اُف کرتی اور وہ گولا وہیں ٹھنڈا ہو کر رہ جاتا۔ اِس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے مہ رُخ کی فوج پھر صنعت کی طرف بڑھنے لگی۔

صنعت کی فوج کے ایک حصّے نے یہ دیکھا تو وہ بھی اپنی ملکہ کو بچانے کے لیے دوڑ پڑی۔ عُمرو اپنے سپاہیوں سمیت طِلسمی گھٹا سے اُتر کر نیچے آیا اور مہ رُخ کے ساتھ دُشمن سے جنگ کرنے لگا۔ صنعت کی فوج گھیرا ختم کر کے ایک طرف ہونے پر مجبور ہو گئی۔

اُدھر جب مہ رُخ کی فوج کے کچھ دستوں نے جا کر صنعت پر حملے شروع کر دیے تو اُس جادُوگرنی نے غضب ناک ہو کر زمین پر دو ہتڑ مارا۔ زمین پھٹ گئی اور اندر سے ایک ہیبت ناک شکل کا جانور مُنہ میں گھاس کا پُولا (گٹھا) دبائے نِکلا۔ اُسے دیکھ کر صنعت نے اپنے دونوں ہاتھ ہوا میں بُلند کیے۔ وہ جانور زور سے پھنکارا۔ ایسا کرنے میں اُس کی ناک سے جو شُعلے نِکلے اُن سے گھاس کا پُولا جل اُٹھا۔ جانور نے وہ جلتا ہوا پولا عُمرو اور مہ رُخ کی فوج کی طرف پھینک دیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے اُس پُولے کی آگ اُن کے چاروں طرف پھیل گئی۔ شُعلے اس آگ کے زمین سے آسمان تک جاتے تھے۔ مہ رُخ اور عُمرو اپنے سارے ساتھیوں اور ہمدردوں سمیت آگ کے اس خوف ناک گھیرے میں پھنس کر ہلکان ہونے لگے۔ آگ کی شدّت بڑھتی چلی گئی تو عُمرو نے باران جادُو اور سیلان جادُو کو طلب کیا۔ اُن میں سے ایک کے ہاتھ میں شیشے کا ایک مرتبان تھا جس کے اندر ایک مچھلی تیر رہی تھی۔ دُوسرے کے ہاتھ میں ایک سونٹا تھا۔ عُمرو نے اُن دونوں سرداروں سے کہا۔ ”جس طرح بن پڑے آگ کے اِس گھیرے کو ختم کرو۔“

یہ حکم پا کر دونوں جادُوگروں نے ادب سے سر جھکایا۔ پھر ان میں سے ایک نے سونٹا مار کر مرتبان توڑ ڈالا۔ اُس میں جو مچھلی تھی وہ زمین پر گِری اور مُنہ سے بُلبُلے چھوڑنے لگی۔ ہر بُلبُلے کے پھوٹنے سے پانی کی ایک زبردست لہر پیدا ہوتی اور آگ کے گھیرے کی طرف بڑھنے لگتی۔ تھوڑی ہی دیر میں لہریں ایک پُرجوش سمندر بن کر صنعت کی پیدا کی ہوئی آگ کو بجھانے لگیں۔

زمین پر یہ انتظام ہو گیا تو باران جادُو نے مچھلی کو پکڑ کر آسمان کی طرف اُچھال دیا۔ آناً فاناً بادل چھا گئے۔ موسلا دھار برسات شروع ہو گئی۔ صنعت کی پیدا کی ہوئی آگ تیزی سے بجھنے لگی۔ وہ غصّے میں آکر بار بار منتر پڑھتی۔ اپنی آگ کو بھڑکانے اور سیلان جادُو کے باران کے پانی کو دفع کرنے کی کوشش کرتی مگر پانی بڑھتا چلا جاتا۔ آگ ٹھنڈی ہوتی چلی جاتی۔

آخر کار آگ بجھ گئی۔ پانی سیلاب کی شکل اختیار کر کے صنعت کی فوج کی طرف بڑھنے لگا۔ اِسی موقع پر عُمرو نے اپنے ساتھ آئے ہوئے طلِسمی ہاتھیوں کو حملے کا حکم دیا۔ اشارہ پاتے ہی وہ سب اپنے اپنے ہاتھی اُڑاتے ہوئے صنعت کے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ صدہا دُشمنوں کو ہاتھیوں نے پیروں تلے روند ڈالا۔ ہزارہا کو باقی سواروں نے اپنے بجلی کے ہنٹروں سے جلا کر راکھ کیا اور جو ان دونوں سے بچے اُنہیں بڑھتا ہوا طلِسمی سیلاب غرق کرنے لگا۔

کوئی دو گھنٹے کی لڑائی میں صنعت کی تقریباً آدھی فوج ماری گئی۔ وہ دانت کٹکٹا کٹکٹا کر عُمرو کی فوج پر ایک سے ایک جادُو کرتی مگر کوکب کے دیے ہوئے طلِسمی

تحفوں کی مدد سے عُمرو ان کا توڑ کر کے خود صنعت کو مُصیبت میں مُبتلا کر دیتا۔ آخر جب صنعت نے دیکھا کہ اس کا کوئی بس نہیں چل پاتا، فوج خواہ مخواہ قتل ہوئی جا رہی ہے تو ذلّت اور شرم ساری کت ساتھ میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ اُس کے بھاگتے ہی اس کی فوج نے بھی پیٹھ دکھائی۔ تھوڑی دیر میں میدانِ جنگ دونوں سے پاک ہو گیا۔ عُمرو کے اِشارے پر باران جادُو اور سیلان جادُو نے بارش اور سیلاب کو ختم کیا اور عُمرو اور مہ رُخ کی فوج فتح کے نقّارے بجاتی ہوئی اپنی چھاؤنی کی طرف چل دی۔

اس رات عُمرو کی واپسی اور صنعت کی شکست کی خوشی میں مہ رُخ کی چھاؤنی کے اندر ایسا شاندار جشن منایا گیا کہ اِس سے پہلے کسی نے ایسا جشن نہ دیکھا تھا۔

بُرّاں کا حملہ

عُمرو کی واپسی کی خبر جلد ہی سارے طِلِسم ہوش رُبا میں مشہور ہو گئی۔ جیّے جیّے میں یہی چرچا تھا کہ اب افراسیاب کو باغیوں سے نپٹنے کے لیے طِلِسم ظُلمات کی بلاؤں کی مدد لینی پڑے گی یا خود مُقابلے پر جانا ہو گا۔ عُمرو طِلِسم نُور افشاں سے صرف فوج ہی ساتھ نہیں لایا بلکہ ایسے طِلِسمی تحفے بھی لے کر آیا ہے جن کے سامنے بڑے سے بڑا جادُوگر بھی زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتا۔

افراسیاب یہ باتیں دوسروں سے زیادہ جانتا تھا۔ اُسے اِن طِلِسمی تحفوں کی پروا تھی جو عُمرو کوکب سے لے کر آیا تھا، نہ اس کی امدادی فوج کی۔ نہ وہ کوکب سے ڈرتا تھا نہ کِسی اور طاقت سے۔ اس لیے کہ جب تک طِلِسم کُشا شہزادہ اسد اُس کی قید میں تھا، اُس کی جان یا طِلِسم ہوش رُبا کو کِسی سے کوئی خطرہ نہ تھا۔ اگر ساری دنیا

کے جادُوگر اور پہلوان اکٹھے ہو کر بھی اس کے مُقابلے پر آتے تو وہ خود اور طلِسم ظُلمات میں رہنے والی اس کی مدد گار بلائیں ان سب سے نپٹنے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔

افراسیاب کو صحیح معنوں میں اگر فکر تھی تو صرف عُمرو کی۔ عُمرو نے بار بار اُسے زک پہنچائی تھی۔ کئی بار اُس کے ہتھّے چڑھنے کے بعد بچ کر نِکل گیا تھا۔ ایک ایک کر کے اس کے کتنے ہی خیر خواہوں کو اس سے بغاوت پر آمادہ کر چکا تھا۔ کو کب سے اُس کا بگاڑ پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا اور ان سب باتوں کے سبب طلِسم ہوش رُبا کے باشندوں کے دل سے روز بروز افراسیاب کا رُعب کم ہوتا جا رہا تھا۔ اب افراسیاب عُمرو کو زیادہ ڈھیل دینے پر آمادہ نہ تھا۔

عُمرو کی واپسی کی خبر سُن کر افراسیاب نے پہلے تو اپنی مشہور عیّارنوں صرصر وغیرہ کو عُمرو کے گرفتار کرنے پر مامور کیا۔ لیکن آخر کار جب وہ ناکام رہیں تو ایک دن اس نے اپنے مشہور وزیر باغبان کو حکم دیا کہ جس طرح بن پڑے عُمرو کو پکڑ لا۔

باغبان زبردست جادُوگر تھا۔ وہ ایک بار پہلے بھی عُمرو کو گرفتار کر لایا تھا۔ حکم ملتے ہی روانہ ہو گیا۔ اِدھر خواجہ عُمرو اپنی کامیابیوں اور طلِسمی تحفوں کے سبب اتنے مغرور ہو چکے تھے کہ انہوں نے احتیاط کرنا بالکل چھوڑ دیا تھا۔

ایک دن دوپہر کے وقت خواجہ عُمرو اپنے خیمے میں آرام کر رہے تھے کہ باغبان اُڑتا ہوا وہاں جا پہنچا۔ چند محافظ سپاہیوں اور جادُوگروں کی اُس پر نظر پڑ گئی۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ کچھ کرتے، باغبان غڑاپ سے ڈُبکی لگا کر عُمرو کے خیمے میں جا داخل ہوا۔ آہٹ سے عُمرو کی بھی آنکھ کھُل گئی۔ باغبان نے فوراً منتر پڑھ کر عُمرو کے بدن کو سُن کر دیا اور دوسرے ہی لمحے اُسے پنجے میں داب کر لے اُڑا۔

کتنے ہی محافظ سپاہیوں نے باغبان پر تیر برسائے، کتنے ہی جادُوگروں نے اُڑ کر اُسے روکنا چاہا لیکن باغبان ان سب کے حملوں سے بچتا بچاتا صاف نکل گیا۔ آناً فاناً یہ خبر مشہور ہو گئی کہ افراسیاب یا کوئی جادُوگر عُمرو کو پکڑ لے گیا۔ مہ رُخ کی چھاؤنی میں اس خبر سے کُہرام مچ گیا۔

دوسری طرف جب باغبان نے عُمرو کو لے جا کر افراسیاب کے سامنے پیش کر دیا تو باغِ سیب میں خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ افراسیاب نے پورے طِلسم ہوش رُبا میں منادی کرادی کہ عُمرو عیار گرفتار ہو گیا ہے۔ آج کے چوتھے دِن اُسے باغیوں کے سامنے ہلاک کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد باغیوں کا بھی صفایا کر دیا جائے گا۔

ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں جس نے بھی یہ خبر سُنی خُوشی سے دیوانہ ہو گیا۔ خوشی ملکہ حیرت کو بھی ہوئی مگر اُسے یقین نہ آتا تھا کہ عُمرو واقعی ہلاک کر دیا جائے گا۔ اس سے پہلے بھی کئی بار عُمرو گرفتار ہو چکا تھا مگر عین سزا کے موقع پر صاف بچ کر نکل گیا تھا۔ افراسیاب جب عُمرو کر لے کر ملکہ حیرت کے پاس پہنچا تو اُس کی تعریف کرنے کے بعد وہ بولی:

"حضور نے تصدیق کر لی ہے کہ یہی اصلی عُمرو ہے؟"

افراسیاب نے مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے جواب دیا: "ہاں! میں نے کتابِ

سامری سے تصدیق کر لی ہے۔ یہی عُمرو ہے۔"

"مگر حضور!" ملکہ حیرت نے کہا۔ "کتابِ سامری میں کیا آپ نے یہ بھی دیکھ لیا ہے کہ یہ اس مرتبہ بچ کر نہ جا سکے گا۔"

افراسیاب کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ اس نے غصّے بھری نظروں سے ملکہ حیرت کو گھورتے ہوئے کہا۔ "یہ دیکھنے کی کا مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں عُمرو کو سزا دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔"

حیرت سٹپٹا گئی۔ بولی "حضور کے آگے بھلا اُس عیّار کی کیا حقیقت ہے۔ مجھے صرف یہ فکر تھی کہ کہیں اُس کے شاگرد دھوکا دے کر اُسے نہ چھڑا لے جائیں۔ سزا کی تاریخ حضور نے تین دن بعد مقرّر کی ہے۔ تب تک ہمیں اس کی چوکسی کرنی ہو گی۔"

"تم فکر نہ کرو ملکہ۔" افراسیاب نے کہا۔ "سزا دینے تک میں خود اِس کی حفاظت کروں گا۔"

یہ کہہ کر افراسیاب نے کوئی منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ فوراً زمین پھٹی، ایک طِلسمی پُتلا زمین سے نکلا۔ ایک بڑا شیشے کا گولا اس کے ہاتھوں میں تھا۔ وہ گولا افراسیاب کے سامنے رکھ کر طِلسمی پتلا اُلٹے پیروں زمین میں سما گیا۔ زمین پھر پہلی سی ہو گئی۔

افراسیاب نے دوبارہ منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ شیشے کے گولے میں دھماکے کی آواز کے ساتھ ایک بڑا سا سوراخ بن گیا۔ افراسیاب نے عُمرو کو اس سوراخ میں سے گولے کے اندر ڈالا۔ سوراخ خود بخود بند ہو گیا۔

افراسیاب نے پھر کوئی منتر پڑھ کر گولے پر پھونکا۔ گولا اپنی جگہ سے خود اُٹھا اور آہستہ آہستہ اوپر کو اُٹھتا ہوا آسمان میں ایک جگہ پہنچ کر ٹھہر گیا۔ اب افراسیاب ملکہ حیرت کی طرف متوجّہ ہوا اور اُس سے کہنے لگا:

"سزا کا وقت آنے تک عُمرو اِسی شیشے کے گولے میں قید رہے گا۔ میں خود اِس گولے کی حفاظت کروں گا۔ دیکھوں کون اِسے چھُڑاتا ہے۔"

مہ رُخ کو بھی افراسیاب کے ارادوں کی اطلاع ہو چکی تھی۔ وہ عُمرو کے بارے میں بڑی فکر مند تھی۔ عُمرو کے شاگرد عیّاروں کو بُلا کر وہ ان سے عُمرو کو چھڑانے کے بارے میں مشورہ کر ہی رہی تھی کہ ایک سردار نے آکر اِطّلاع دی:

"افراسیاب نے خواجہ عُمرو کو ایک طِلِسمی شیشے کے گولے میں قید کر دیا ہے۔ وہ گولا آسمان پر ٹھہرا ہوا ہے۔ دُور دُور سے ہر ایک کو نظر آسکتا ہے۔"

یہ سُنتے ہی عیّاروں کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہو گئے۔ قیران نے مہ رُخ سے کہا۔ "اب خواجہ کو چھڑانا ہمارے بس کی بات نہیں۔ آسمان پر ہماری کوئی عیّاری کام نہیں آ سکتی۔ آپ ہی کچھ کیجیے۔"

مہ رُخ نے اپنی فوج کے جادُو گروں کو حکم دیا۔ "یا تو گولا توڑ کر عُمرو کو چھڑالاؤ یا گولے کو یہاں لے آؤ۔"

فوراً سینکڑوں جادُو گر اُڑتے ہوئے گولے کی طرف چل دیے۔ ملکہ حیرت نے دیکھا تو افراسیاب کو خبر دی۔ افراسیاب نے کہا۔ "فکر نہ کرو۔ ایسے لاکھوں

کروڑوں جادُو گر بھی عُمرو کو نہیں چھڑا سکتے۔ انہیں کوشش کر لینے دو۔"

افراسیاب نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ مہ رُخ کے جادُو گر پہلے تو گولے کو توڑنے کی سر توڑ کوشش کرتے رہے لیکن جب اس میں معمولی خراش بھی نہ پیدا کر سکے تو انہوں نے چاہا کہ گولے کو لے کر واپس چلے جائیں۔ سب نے مل جل کر کئی وار کیے، جادُو کے سارے ہی منتر پڑھ ڈالے مگر گولا ٹس سے مس نہ ہو سکا۔ تھک ہار کے جیسے آئے تھے، ویسے ہی خالی ہاتھ مہ رُخ کے پاس واپس چلے گئے۔ اب ماہ رُخ نے نامور سرداروں کو حکم دیا کہ وہ اپنی طاقت کام میں لائیں۔

ملکہ بہار نے اپنے طِلسمی گُل دستے گولے پر پھینکے۔ فرمانیہ نے پھُول اُچھالے۔ مخمُور نے نارنج مارے۔ ناگن بجلی تڑپ تڑپ کر گولے پر گری۔ غرض ہر سردار نے اپنا ہر حربہ اِستعمال کر لیا۔ مگر کسی کے کیے کچھ نہ ہوا۔ آخر میں خود ملکہ مہ رُخ نے بھی اپنا سارا زور استعمال کر ڈالا لیکن وہ بھی نہ تو گولے کو توڑ سکی نہ اسے اُٹھا کر لا سکی۔ مایوس ہو کر کچھ آہ وزاری کرنے لگے اور کچھ دعائیں مانگنے لگے۔

دوسرے دن ملکہ مہ رُخ کا دماغ ٹھکانے آیا تو اُس نے بِلّور چہار دست کو بُلا کر کہا۔ "اب خواجہ کو شہنشاہ کوکب کے علاوہ کوئی اس گولے سے نہیں نکال سکتا۔ جس قدر جلد ہو سکے قلعۂ ہفت رنگ میں جا کر ملکہ بُرّاں کو اس حال کی خبر کر دو۔ تین دن کے اندر خواجہ کو نہ چھڑایا گیا تو اس مرتبہ افراسیاب انہیں ضرور ہلاک کر دے گا۔"

بِلّور نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔ "یہاں سے قلعۂ ہفت رنگ کا کم سے کم سفر ایک دن کا ہے مگر وہ راستہ خواجہ کے سوا دوسرے کے لیے نہیں ہے۔ دوسرا کم سے کم سفر چار دن کا ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ پورا زور لگا کر اس راستے سے دو دن میں وہاں جا پہنچوں۔ مجھے یقین ہے کہ ملکہ براں کو اِطّلاع مل گئی تو چاہے وقت کتنا ہی کم کیوں نہ ہو وہ یا شہنشاہ کوکب یہاں پلک جھپکتے میں بھی پہنچ سکتے ہیں۔ بہر حال آپ اِطمینان رکھیں، میں انہیں وقت سے پہلے ہی جا کر خبر کر دوں گا۔"

مہ رُخ نے دُعائیں دے کر بِلّور کو رُخصت کیا۔ بِلّور نے بڑا زور لگایا مگر وہ اِس رات سے پہلے ملکہ براں کے پاس نہ پہنچ سکا جس کی صُبح عُمرو کو قتل ہونا تھا۔ بُرّاں

نہیں چاہتی تھی کہ اس واقعے کی خبر شہنشاہ کوکب کو ہو۔ اُسے ڈر تھا کہ کوکب اسے روک کر خود عُمرو کر چھُڑانے جا پہنچے گا اور وہ چاہتی تھی کہ یہ سہرا اُس کے سر بندھے۔ چنانچہ بِلّور کو اُس نے وہیں سے مہ رُخ کے پاس واپس کر دیا اور ملکہ اختر و مجلس جادُو وغیرہ کو راز داری کی تاکید کر کے خود تن تنہا عُمرو کو چھُڑانے کے لیے چل دی۔

وقت بہُت کم تھا مگر وہ اِتنی تیز اُڑی کہ سورج نکلتے نکلتے مہ رُخ کی چھاؤنی کے قریب جا پہنچی۔ شیشے کا وہ طِلسمی گولا جو دونوں لشکروں کے درمیان ہوا میں لٹکا ہوا تھا اور جس میں عُمرو قید تھا، اُسے صاف دکھائی دے رہا تھا۔ پہلے اس کے جی میں آئی کہ جا کر مہ رُخ وغیرہ کو تسلّی دے مگر پھر یہ سوچ کر کہ افراسیاب خبر پا کر ہوشیار ہو جائے گا اُس نے یہ ارادہ ملتوی کر دیا۔ ہوا میں اُڑتے اُڑتے منتر پڑھ کر اُس نے اپنی جادُوئی طاقت بڑھائی اور پھر تیر کی طرح سیدھی طِلسمی گولے سے جا ٹکرائی۔ آخر کو شہنشاہ کوکب کی بیٹی تھی۔ گولے میں سوراخ ہو گیا اور وہ اُس کے اندر جا پہنچی۔ چار دن کی مسلسل بھُوک پیاس سے عُمرو نڈھال ہو رہا تھا۔ آنکھوں

کے اشارے سے اُس نے ملکہ براں کا شکریہ ادا کیا۔

اتفاق سے افراسیاب اس وقت طلِسمی گولے پر نظر جمائے ہوئے تھا۔ ایک جادُوگرنی کو اس کے اندر جاتا دیکھ کر زور سے للکارا اور اُڑتا ہوا گولے کی طرف لپکا۔ ملکہ بُرّاں اُس کی للکار سُن کر ہڑبڑا گئی۔ عُمرو کو پنجے میں داب کر پوری قوت سے اُوپر کو اُٹھی۔ گولے کی چھت میں شگاف ہو گیا اور وہ اس میں سے اوپر بھی نِکل گئی لیکن چھت سے ٹکرانے کی وجہ سے اُس کا سر زخمی ہو گیا اور چوٹ کی دھمک کے سبب عُمرو اُس کے پنجے سے چھوٹ کر طلِسمی گولے کے فرش پر گر پڑا۔

افراسیاب اُڑتا ہوا اُس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ براں عُمرو کو اُٹھانے کے لیے دوبارہ گولے کے اندر جاتی تو نِکلنا ناممکن ہو جاتا۔ مجبوراً جان بچانے کے لیے اپنے طلِسم کی طرف اڑتی چلی گئی۔ اس کے سر سے خون کے فوّارے چھوٹ رہے تھے۔ مگر افراسیاب مسلسل اُس کا پیچھا کرتا تو کمزوری کے سبب براں بچ کر نہ جا سکتی تھی۔ لیکن افراسیاب نے قریب پہنچ کر گولے میں سوراخ دیکھا اور عُمرو کو موجود پایا تو

اُسے وہم ہوا کہ بُرّاں اُسے دھوکا نہ دے رہی ہو۔ ہو سکتا ہے میں بُرّاں کے پیچھے جاؤں اور کوئی دوسرا آکر عُمرو کو لے اُڑے۔ یہ سوچ کر وہ طِلسمی گولے کی طرف متوجہ ہوا۔ منتر پڑھ کر اُس میں پڑے ہوئے شگافوں کو بند کیا۔ اس کے بعد براں کے پیچھے چلا۔ براں کو خاصا موقع مل چکا تھا۔ زخمی ہونے کے باوجود وہ اپنے ملک کی حدود میں جا پہنچی افراسیاب نے اُس کا زیادہ پیچھا کرنا مناسب نہ سمجھا۔ سرحد پر کھڑے ہو کر براں کو للکارتے ہوئے بولا۔ "تجھ میں میرے سامنے آنے کی ہمّت نہیں تھی تو اپنے باپ کو بھیجا ہوتا۔ اب میں آج کی بجائے عُمرو کو ایک ہفتے کے بعد قتل کروں گا۔ تجھ سے کیا تیرے باپ سے کچھ ہو سکے تو عُمرو کو چھُڑانے کے لیے آجانا۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

افراسیاب کے یہ الفاظ بُرّاں کے کلیجے کو چھلنی کر گئے۔ مگر زخمیوں نے اُسے اِتنا بے حال کر دیا تھا کہ جواب نہ دے سکی۔ افراسیاب بڑے غُرور کے ساتھ اُڑتا ہوا حیرت کے پاس واپس آیا۔

بُرّاں کی ناکامی کی خبر آناً فاناً ہر طرف پھیل گئی۔ افراسیاب کے حکم پر پورے طِلسم

ہوش رُبا میں منادی کرادی گئی کہ ایک ہفتے بعد عُمرو کو سولی پر چڑھایا جائے گا۔ ملک کے سارے ماتحت بادشاہوں، نوابوں اور سرداروں کو لاؤلشکر کے ساتھ آ کر یہ تماشا دیکھنا چاہیے اور عُمرو کے قتل کے جشن میں شریک ہونا چاہیے۔

مہ رُخ نے یہ منادی سُنی تو اُس کی رہی سہی اُمّید بھی خاک میں مل گئی۔ بُرّاں کی ناکامی نے اُسے بالکل مایوس کر دیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ جس دن عُمرو کو سولی پر چڑھایا جائے گا وہ افراسیاب کے لشکر پر حملہ کرے گی اور لڑتے لڑتے اپنی جان بھی قربان کر دے گی۔ چند ایک بزدلوں کے سرا فوج کے سارے سرداروں اور سپاہیوں نے بھی قسمیں کھا کھا کے مہ رُخ کا ساتھ دینے کا یقین دِلایا۔

افراسیاب حیرت کی چھاؤنی ہی میں ٹھہر گیا تھا۔ منادی کی گونج ختم ہوتے ہی نزدیک و دُور سے اس کے پاس آنے والے بادشاہوں نوابوں کا ایک نہ ٹوٹنے والا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ دن رات فوجوں پر فوجیں آتی چلی جارہی تھیں اور ان آنے والوں کے رہائشی خیموں سے ملکہ حیرت کی چھاؤنی کے علاقے میں دن دگنا رات چوگنا اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ یہاں تک کہ جو دِن عُمرو کو سولی دینے کا مقرّر تھا

اُس دن ملکہ حیرت کی چھاؤنی ساٹھ میل تک پھیل چکی تھی۔

اُدھر شہنشاہ کو کب بھی خاموش نہ تھا۔ ملکہ بُرّاں کی ناکامی اور افراسیاب کی ڈینگ پر مشتعل ہو کر اُس نے بھی لاکھوں کی زبردست فرج تیّار کی۔ اُس نے ملکہ براں کو ایک طِلسمی ہتھیار، جمشیدی آئینہ دیا اور روانگی کا حکم دے کر بولا:

"میں چاہتا تو تنہا جا کر عُمرو کو پھڑُالاتا مگر افراسیاب نے جر ڈینگ ماری ہے اُس کا جواب یہی ہے کہ تم فوج لے کر جاؤ اور ڈنکے کی چوٹ و لڑ بھٹ کر عُمرو کو چھڑا لاؤ۔ یہ جمشیدی آئینہ افراسیاب کے ہر جادُو کا توڑ کرے گا۔ ویسے فکر نہ کرنا۔ اگر بات بڑھی تو میں اور بھی فوج اور طِلسمی تحفے بھیج دوں گا۔ چاہے کچھ ہو جائے عُمرو کو چھڑُا کر ہی پلٹنا۔"

ملکہ براں نے فوج کو کئی حصّوں میں تقسیم کیا اور ہر ایک حصّے پر نامور شہزادیوں کو سردار مقرّر کر کے کوچ کا حکم دیا۔ جادُوگروں کا ٹڈّی دل ہوا میں اُڑتا ہوا طِلسم ہوش رُبا کی سمت روانہ ہو گیا۔

ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں عُمرو کے لیے سُولی تیّار کی جا رہی تھی۔ طِلسم ہوش رُبا کے سارے بادشاہ اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ عُمرو کی موت کا تماشا دیکھنے کے لیے میدان میں کھڑے تھے۔ افراسیاب ملکہ حیرت کے ساتھ ایک اونچے ٹیلے پر بیٹھا فخر سے مونچھوں کو تاؤ دے رہا تھا۔

دوسری طرف ملکہ مہ رُخ اپنے جاں نثاروں کے ساتھ افراسیاب کے حامیوں پر حملہ کرنے اور لڑ کر جان دینے کے لیے کمر کس رہی تھی۔

یکایک ملکہ حیرت کی نگاہ آسمان کی طرف اُٹھ گئی طِلسم نُور افشاں کی سمت سے اُسے بادلوں کے بڑے بڑے ٹکڑے اُڑ کر آتے دکھائی دیے۔ حیرت نے چونک کر افراسیاب سے کہا۔ "حضور! وہ دیکھیے۔ طِلسمی بادل معلوم ہوتے ہیں۔ شاید کوکب کی فوج آ پہنچی۔"

افراسیاب نے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ آناً فاناً وہ بادل غائب ہو گئے اور دو لاکھ جادُوگر اژدھوں پر سوار آئے دکھائی دیے۔ حیرت انہیں دیکھتے ہی چیخ کر بولی۔

'حضور! جلدی سے عُمرو کو مار ڈالیے۔ ایسا نہ ہو حضور اس لشکر سے لڑنے پر متوجّہ ہوں اور کوئی اُس ہنگامے میں عُمرو کو نکال لے جائے۔"

"تم فکر نہ کرو ملکہ!" افراسیاب نے کہا۔ "اس فوج سے میں ابھی نپٹ لیتا ہوں؟"

یہ کہہ کر افراسیاب نے ایک نارنج آسمان پر اُچھالا۔ اُوپر جا کر وہ نارنج پھٹا۔ اس میں سے دھواں اتنا نِکلا کہ بادل کی طرح آنے والی فوج کے سروں پر چھا گیا۔ پھر فوراً ہی اس میں سے ننھی ننھی بوندیں برسنے لگیں۔

آنے والی فوج کے جادُوگروں نے اس بادل کو ٹالنے کے لیے بڑے منتر کیے اور اس کی بُوندوں سے بچنے کے لیے سروں پہ فولادی ڈھالوں کا سایہ کر لیا۔ مگر نہ وہ ابر ان سے ٹلا نہ وہ اس کی بوندوں سے بچ سکے۔ بوندیں ڈھالوں کو چیرتی ہوئی اُن کے سروں میں پیوست ہو گئیں اور اندر ہی اندر اُترتے ہوئے اژدھوں کو چیرتی ہوئی نکل گئیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے دو لاکھ جادُوگروں کی فوج اژدھوں سمیت پگھل کر زمین سے چپک گئی۔

ان کے گرتے ہی افراسیاب نے کہا۔ ”وہ مارا!“ اور پھر جیت کی چھاؤنی میں ایک سِرے سے لے کر دوسرے سرے تک افراسیاب کی جے کے نعرے گونجنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد آسمان سے طِلِسمی ڈنکے بجتے سنائی دیے سب نے نگاہیں اُوپر جما دیں۔ چند ہی لمحوں میں دولاکھ جادُوگروں کی ایک اور فوج آتی دکھائی دی۔ اس فوج کے لوگ پہلی فوج کے لوگوں سے زیادہ سجیلے اور لڑاکو دکھائی دیتے تھے۔ ملکہ حیرت نے افراسیاب کی طرف دیکھا۔ افراسیاب مسکرایا اور منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ دو شمشیر زن شہسوار، طِلِسمی گھوڑوں پر سوار، زمین سے نکل کر افراسیاب کے سامنے آئے۔ افراسیاب نے ان سے کہا۔

”طِلِسمی سوارو! ذرا دکھاؤ تو دُشمن کی آنے والی فوج آپس میں کِس طرح لڑتی ہے۔“

یہ اِشارہ پاتے ہی طِلِسمی شہ سوار تلواریں کھینچ کر آپس میں ایک دوسرے سے

لڑنے لگے۔ فوراً ہی آنے والی فرج دو حصّوں میں بٹ گئی اور نعرے لگالگا کر زور و شور سے آپس میں جنگ کرنے لگی۔ صدہا جنگجو جوان کٹ کٹ کر زمین پر گرنے لگے۔ خُون کا مینہ آسمان سے برسنے لگا۔ ملکہ براں کی جانب سے ملکہ نرگس اس فوج کی افسر تھی۔ اس نے سپاہیوں کو آپس میں لڑنے سے بہت روکا مگر ان پر تو افراسیاب کے جادُو کا اثر تھا۔ کسی نے اُس کی بات نہ سنی۔ وہ بے چاری گھبرائی ہوئی ملکہ براں کے پاس پہنچی اور کہنے لگی۔ ”حضور! غضب ہو گیا۔ دو لاکھ اژدھے سوار فوج افراسیاب نے پگھلا دی۔ باقی کے دو لاکھ جوان بھی آپس میں کٹے مرے جارہے ہیں۔ جلدی کچھ کیجیے ورنہ میری فوج مکمل تباہ ہو جائے گی۔“

ملکہ بُرّاں نے فوراً جمشیدی آئینہ نکالا اور اسے افراسیاب کی سمت چمکاتے ہوئے بولی۔ ”جہاں کہیں افراسیاب کا طلِسم کام کر رہا ہے جل جائے۔“

بُرّاں کے مُنہ سے ان الفاظ کے نکلتے ہی آئینے میں سے ایک شعاع نِکلی اور غائب ہو گئی۔ چند لمحوں بعد اس شعاع نے زمین پر پہنچ کر افراسیاب کے اِن طلِسمی شہ سواروں کو جلا کر راکھ کر دیا کہ جن کے لڑنے سے ملکہ نرگس کی فرج آپس میں

لڑنے لگی تھی۔

طِلِسمی شہ سواروں کے بھسم ہوتے ہی ملکہ نرگس کے سپاہیوں نے آپس میں لڑنا بند کر دیا۔ نرگس نے انہیں افراسیاب پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ آناً فاناً ان شمشیر زن شہ سواروں نے افراسیاب کے لشکر پر یلغار کر دی۔ افراسیاب نے بھی للکار کر اپنی فوجوں کو دُشمن پر ٹوٹ پڑنے کا حکم دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے دونوں جانب کے ہزارہا جنگجو ایک دوسرے سے بھڑ گئے۔ کھچا کھچ تلواریں چلنے لگیں۔

ملکہ مہ رُخ ایک سمت اپنی فوجیں تیّار کیے موقع کی مُنتظر تھی۔ ملکہ براں کی فوجوں کو دیکھ کر اس کا دل شیر ہو گیا۔ اس نے بھی اپنی فوجوں کے ساتھ ملکہ حیرت پر یلغار کر دی۔ جادُو کے نارنج (سنگترہ) تُرنج (لیموں) ناریل اور گولے ایک دوسرے کی طرف اُچھلنے لگے۔ گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں ملکہ براں بھی اپنی خاص فوج کے ساتھ پہنچی۔ اس نے بھی اپنے بہادروں کو دھاوا کرنے کا حکم دے دیا۔ مگر یہ حکم دے کر خود غائب ہو گئی۔ اس کی فوج یلغار کرتی ہوئی افراسیاب کی فوج سے جا ٹکرائی۔

میدانِ جنگ میدانِ حشر بن گیا۔ ڈھول ڈنکے، چیخ پکار، نعرے اور للکار۔ شور اتنا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ زمین خُون سے لالہ زار ہو رہی تھی۔ آسمان سے آگ اور پتھّر برس رہے تھے۔ دونوں طرف کے بہادر پُورے جوش و خروش کے ساتھ بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ دونوں لشکروں کی صفیں ایک دوسرے میں گڈ مڈ ہو کر رہ گئی تھیں۔ دوست دُشمن کی کِسی کو تمیز نہ رہی تھی۔ جو شخص جس کو اپنے سامنے ہتھیار لیے پاتا، اس پر پل پڑتا۔

افراسیاب کی موجودگی کے سبب اس کی فوج کے حوصلے بُلند تھے اور ملکہ براں کی موجودگی کے خیال سے اُس کی اور مہ رُخ کی فوجوں کے دل بڑھے ہوئے تھے۔ کوئی بھی اپنی بات نیچی نہ ہونے دینا چاہتا تھا۔ سب اپنی آن پر مر مٹنے کے لیے تُلے ہوئے تھے۔ ایک ایک اِنچ زمین پر خوف ناک جنگ ہو رہی تھی۔ کوئی فریق پیچھے ہٹنے کے لیے آمادہ نہ تھا۔ اگر ایک آدمی مر جاتا تو دوسرا دیوانہ وار بڑھ کر اُس کی جگہ ڈٹ جاتا۔

افراسیاب بار بار ہوا میں بُلند ہو کر اپنے لشکر کا دل بڑھا رہا تھا۔ براں جو اپنے لشکر

سے غائب ہوئی تو جا کر افراسیاب کے پیچھے زمین سے نِکلی۔ افراسیاب ایک بار اُوپر اُچھلنے کے بعد اپنی جگہ پر کھڑا ہوا ہی تھا کہ براں نے پیچھے سے آواز دی:

"اے افراسیاب! اگر جمشیدی آئینہ تیرے سامنے آجائے تو کیا کرے گا؟"

یہ سنتے ہی افراسیاب نے چمک کر پیچھے دیکھا۔ براں نے آئینۂ جمشیدی اُس کے سامنے کر دیا۔ آئینے کی چمک سے افراسیاب کپکپانے لگا۔ دماغ چکّر کھانے لگا۔ اس نے بڑی مشکل سے اپنے آپ پر قابو پا کر ایک منتر پڑھا۔ گہرا دُھواں آئینے اور افراسیاب کے درمیان چھا گیا۔ اِس دھویں میں چھُپ کر وہ بے ہوش ہونے سے بچ گیا۔ ملکہ براں نے موقع غنیمت جان کر شیشے کے طِلسمی گولے کی سمت اُڑان لی مگر ملکہ حیرت نے اُسے دیکھ لیا اور جلدی سے ایک نارنج نکال کر اُس کی طرف کھینچ مارا۔ بُرّاں پیچھے سے بے خبر تھی۔ نارنج جا کر اُس کی پیٹھ پر لگا۔ کوئی اور ہوتا تو دھواں بن کر ہلاک ہو جاتا مگر وہ بھی شاہ کوکب کی بیٹی تھی۔ ہلاک تو نہ ہوئی مگر بے ہوش ہو کر اپنے لشکر میں جا گری۔

ملکہ بُرّاں کے جاں نثار اُسے جلدی سے ہوش میں لائے۔ آنکھ کھولتے ہی اس نے پوچھا "میرے نارنج کِس نے مارا تھا؟" جاں نثاروں نے جواب دیا "ملکہ حیرت نے۔" یہ سُن کر ملکہ بُرّاں تڑپ کر اُڑی۔ بُلندی پر سے حیرت اُسے دکھائی دے گئی۔ بُرّاں نے ایک نارنج حیرت کی طرف پھینکا۔ حیرت کے قریب پہنچتے ہی پنجہ بنا اور حیرت کو دبوچ کر لے اُڑا۔ حیرت منتر پڑھ کر چلّائی۔

"او براں! تیرا پنجہ مجھے لے جائے اور تو زمین میں دھنس جائے۔"

حیرت کے ان لفظوں کے اثر سے براں زمین پر گری اور اندر دھنسنے لگی۔ وہ بُلند آواز سے چیخ پڑی "اے حیرت! میں تجھ کو چھڑاتی ہوں تو مجھے چھڑا دے۔"

اس آواز پر جو پنجہ حیرت کو لیے جاتا تھا دھواں بن کر غائب ہو گیا۔ حیرت زمین پر اپنی جگہ آ رہی۔ اسی وقت زمین جو براں کو نِگلی جا رہی تھی، ساکت ہو گئی براں نکل کر باہر آئی۔

اس عرصے میں افراسیاب جمشیدی آئینے کی چمک کے اثر سے آزاد ہو کر دھویں

سے باہر آیا۔ لڑائی کا زور دیکھ کر اس نے سوچا کہ جب یہ لڑائی عُمرو کے لیے لڑی جا رہی ہے تو کیوں نہ اُسے قتل ہی کر ڈالا جائے۔ یہ خیال کر کے وہ تیغِ طلِسمی لے کر شیشے کے گولے کی طرف اُڑا۔ ملکہ بُرّاں کی نگاہ اس پر پڑ گئی۔ وہ بھی اُوپر اُٹھی۔

افراسیاب اُس سے اوپر تھا۔ بُرّاں نے ہوا میں ٹھہرے ہوئے جمشیدی آئینہ نکال کر شیشے کے گولے کی طرف چمکایا۔ ابھی افراسیاب اس کے قریب پہنچا ہی تھا کہ جمشیدی آئینے کی چمک سے شیشے کا طلِسمی گولا دھواں بن کر غائب ہو گیا۔ عُمرو تیزی کے ساتھ نیچے گِرنے لگا۔ افراسیاب حیران ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اِس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے براں نے عُمرو کو جھپٹ لیا اور اسے لے کر تیزی کے ساتھ اُڑتی ہوئی طلِسم نُور افشاں کی طرف چل دی۔

بُرّاں کی یہ چابک دستی دوست دُشمن سبھی نے دیکھی تھی۔ سب چلّانے لگے "لے گئی! لے گئی! عُمرو کو براں لے گئی۔" افراسیاب نے چونک کر آسمان پر نگاہیں دوڑائیں۔ براں طلِسم نُور افشاں کی جانب تیزی سے اُڑ کر جاتی دکھائی دی۔

افراسیاب باز کی طرح اُس پر جھپٹ پڑا۔ وہ غصّے میں چیختا جاتا تھا۔ ”آج تو میرے ہاتھ سے بچ کر نہیں جاسکتی۔ آج ہرگز نہ چھوڑوں گا۔“

اُوپر کا یہ حال دیکھ کر نیچے جنگ کرنے والے دونوں طرف کے بہادر اور زیادہ جوش میں آگئے اور سر ہتھیلیوں پر رکھ کر بھُوکے شیروں کی طرح نئے ولولے کے ساتھ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ پہلے سے زیادہ گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی۔ سُورج ڈوبنے تک موت کا بازار گرم رہا۔ جادُوگروں نے اپنے سارے کرتب دکھاڈالے۔ شمشیر زن بہادروں نے اپنا سارا زور لگا دیا۔ لیکن دونوں میں سے کِسی کو نہ شکست ہوئی نہ فتح۔ مجبوراً اندھیرا ہونے پر ملکہ حیرت اور ملکہ مہ رُخ نے جنگ بندی کرنے کا طبل بجوایا۔ دونوں طرف کی فوجیں ایک دوسرے سے الگ ہو کر اپنی اپنی چھاؤنیوں کی طرف چل دیں۔

اُدھر ملکہ براں دن ڈھلے تک برابر آگے بڑھتی رہی۔ سورج ڈوبتے ڈوبتے افراسیاب اُس کے قریب پہنچ ہی گیا۔ نیچے ایک پہاڑی علاقہ تھا۔ براں اسباب کو چکّر دے کر اس میں اُتر گئی۔ عُمرو کچھ تو بھُوک پیاس کی تکلیف سے اور کچھ شیشے

کے گولے سے گِرنے کے سبب بے ہوش ہو گیا تھا۔ ایک غار میں پہنچ کر براں عُمرو کو ہوش میں لائی۔ عُمرو نے آنکھ کھلتے ہی پوچھا۔ "ملکہ صاحبہ! آپ کچھ پریشان ہیں۔ یہاں غار میں چھپنے کی کیا وجہ ہے؟ آپ تو میدانِ جنگ میں افراسیاب سے لڑ رہی تھیں۔ میں طلِسمی گولے میں تھا۔ ہم یہاں کیسے پہنچے؟"

ملکہ براں نے اُسے مختصر لفظوں میں ساری بات بتا دی اور کہا۔ "افراسیاب میرے پیچھے لگا ہوا ہے۔ میں اُس سے زیادہ تیز اُڑ کر اپنے طلِسم میں نہیں جا سکتی۔ اُسے چکما دے کر یہاں اُتری ہوں۔ مگر جلد ہی وہ ہمیں ڈھونڈ نکالے گا۔ کوئی ترکیب کیجیے کہ جادُو کے زور سے وہ یہ نہ جان سکے کہ ہم کہاں چھُپے ہیں۔"

عُمرو نے زنبیل میں سے کرامتی چادر نکالتے ہوئے کہا: "یہ کیا بڑی بات ہے۔ لو، یہ چادر اوڑھ لو۔ افراسیاب کا باپ بھی معلوم نہ کر سکے گا کہ ہم کہاں ہیں۔"

دونوں نے کرامتی چادر اُوڑھ لی۔ اس عرصے میں افراسیاب بھی آسمان سے نیچے اُتر چکا تھا۔ بُرّاں کی تلاش میں اُس نے چپّے چپّے میں طلِسمی پرند اور پُتلے دوڑائے۔

مگر جو پلٹ کر آتا یہی جواب دیتا۔ "عُمرو اور براں کا کوئی پتا نہیں چلتا۔" تھک ہار کر اُس نے کتابِ سامری دیکھی۔ کرامتی چادر کے سبب اُن سے بھی کوئی حال معلوم نہ ہو سکا۔ غصّے میں آ کر وہ خود ایک ایک غار اور کھائی کھنگالنے لگا اور اس غار میں بھی جا پہنچا جہاں عُمرو اور بُرّاں موجود تھے مگر کرامتی چادر کے سبب اُسے کچھ نہ دکھائی دیا۔

بُرّاں کے اِس طرح غائب ہو جانے پر افراسیاب کو سخت شرمندگی ہوئی۔ وہاں سے میدانِ جنگ جانے کی بجائے وہ سیدھا باغِ سیب میں چلا گیا۔ مگر پھر یہ سوچ کر کہ وہاں بھی سردار عُمرو اور براں کے بارے میں پوچھ کر شرمندہ کریں گے، باغِ سیب چھوڑ کر طلِسم ظُلمات جا کر ایک حجرے میں مُنہ لپیٹ کر پڑ رہا۔ کبھی اپنے آپ سے کہتا "ڈوب مرنے کی بات ہے۔ کوکب کی چھوکری ڈنکے کی چوٹ عُمرو کو چھُڑوا کر لے گئی۔ میں کچھ نہ کر سکا۔ رعایا کی نظر میں میری کیا شان رہ گئی۔"

کبھی اپنے آپ کو تسلّی دیتا کہ "عُمرو کے چھوٹ جانے سے میرے تخت و تاج کو

بھلا کیا خطرہ ہے طِلسم ہوش رُبا میں صرف شہزادہ اسد فتح کر سکتا ہے، وہ بھی اس وقت جب اسے طِلسم کی لوح (تختی) حاصل ہو جائے۔ سو شہزادہ اسد میری قید میں ہے اور طِلسم کی لوح ایسی جگہ محفوظ ہے کہ میرے راز داروں کو بھی اُس کا پتا نہیں۔ پھر مجھے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔"

بوڑھا جادُوگر

عُمرو اور براں کافی دیر تک کرامتی چادر میں چھُپے رہے۔ لیکن جب غار کے باہر کافی عرصے تک سنّاٹا رہا تو ملکہ بُرّاں نے چادر الگ کر کے جادُو کے ذریعے افراسیاب کے بارے میں خبر معلوم کی۔ پتا چلا کہ وہ واپس چلا گیا ہے۔ اس پر براں نے زور سے کہا:

"خواجہ صاحب! اب یہاں سے آپ اپنے لشکر کی راہ لیں۔ میں قلعہ ہفت رنگ کو جاتی ہوں۔ افراسیاب اس وقت سخت غضبناک ہے۔ میں بھی آپ کے ساتھ چلی اور اُسے معلوم ہو گیا تو بڑی قیامت ڈھائے گا۔ ویسے آپ بالکل فکر مند نہ ہوں۔ میری فوج وہاں آپ کی مدد کے لیے موجود ہے۔ افراسیاب آسانی سے اس فوج کو ختم نہیں کر سکتا۔ میں خبر لیتی رہوں گی۔ ضرورت پڑی تو اور فوج بھی

بھیج دوں گی بلکہ خود بھی آجاؤں گی۔ اچھا خدا حافظ۔"

جواب میں عُمرو نے بھی خدا حافظ کہا اور اپنے لشکر کی طرف روانہ ہو گیا۔ بُرّاں اُڑ کر طلِسم نُور افشاں کو چل دی۔ چھاؤنی کے قریب پہنچ کر عُمرو نے سوچا۔ "میں اِسی طرح سب پر ظاہر ہو گیا تو میرے آنے کی خبر مشہور ہو جائے گی۔ افراسیاب سخت مشتعل ہے۔ کیوں نہ بھیس بدل کر کچھ دن خاموشی سے گزاروں۔ دوست دُشمن یہی سمجھیں گے کہ ملکہ بُرّاں مجھے طلِسم نُور افشاں میں لے گئی ہے۔ پھر جب ضرورت ہو گی خود کو ظاہر کر دوں گا۔"

یہ خیال کر کے اُس نے ملکہ مہ رُخ کے ایک خادم کا بھیس بھرا اور چھاؤنی میں داخل ہو گیا۔ مہ رُخ کے سوا اس نے یہ راز کسی کو بھی نہ بتایا۔ عُمرو کی موجودگی کے احساس سے ملکہ مہ رُخ کا حوصلہ بہت بُلند ہو گیا۔ دوسرے دن مہمان فوجوں کو ساتھ لے کر اُس نے ملکہ حیرت سے پہلے دِن سے بھی زیادہ سخت جنگ کی۔ لیکن حیرت بھی زخمی شیرنی کی طرح خطرناک بن چکی تھی۔ اس نے اپنی فرج کو اس بے جگری سے لڑایا کہ مہ رُخ کی فتح کی حسرت دل ہی میں رہ گئی۔ صُبح سے

شام تک گھمسان کی جنگ رہی۔ اندھیرا ہونے پر ہار جیت کے بغیر دونوں فوجیں پھر اپنی اپنی چھاؤنی کو واپس ہو گئیں۔ اس کے بعد یہ بات روز مرّہ کا معمول بن گئی۔

چوتھے دِن افراسیاب طِلسمِ ظُلمات سے باغِ سیب میں واپس آیا۔ آتے ہی اُس نے اپنے خاص کاہنوں کو طلب کر کے اُن سے رائے طلب کی کہ باغیوں کے حوصلے بہت بڑھ چکے ہیں۔ ان کی طاقت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ شہنشاہ کوکب بھی کھُل کر اُن کی مدد کرنے لگا ہے۔ بتاؤ ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟

کچھ دیر سوچنے کے بعد ایک کاہن نے کہا۔ ”حضور! زیادہ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر ساری دنیا کے بادشاہ اور جادُوگر مل کر بھی حضور پر فوج کشی کریں تو کچھ نہ حاصل ہو گا۔ لیکن حالات چونکہ روز بروز بگڑتے جا رہے ہیں اور خیر خواہوں کو پریشانی لاحق ہونے لگی ہے اس لیے میری رائے میں شہزادہ اسد کو جلد سے جلد قتل کر دیں۔ نہ رہے گا بانس، نہ بجے گی بانسری۔ پھر کِسی سے حضور

کے تخت و تاج کو کبھی کوئی خطرہ نہ ہو سکے گا؟"

دُوسرا کاہن بول پڑا۔ "حضور! مجھے اس رائے کی ہر بات سے اِتّفاق ہے مگر اِس سے اِتّفاق نہیں کہ طلِسم کُشا کو جلد سے جلد قتل کر دیا جائے۔ میں نے لِکھا دیکھا ہے کہ طلِسم کُشا کو اس کی قید کی میعاد ختم ہونے سے پہلے قتل کرنا مُصیبتوں کا باعث بنے گا۔ پہلے اس کی قید کی میعاد معلوم کیجیے۔ اس کے بعد ہی اُس کے قتل کا فیصلہ کیجیے۔"

دوسرے کاہنوں نے بھی اُس کا کاہن کی بات کی تائید کی۔ افراسیاب سوچ میں پڑ گیا۔ آخر اُس نے کتابِ سامری کھول کر طلِسم کُشا کی قید کی میعاد معلوم کی۔ پتا چلا کہ ابھی ایک ماہ کی مدّت باقی ہے۔ افراسیاب نے کہا۔ "بس تو فیصلہ ہُوا کہ آج سے ایک ماہ کے بعد طلِسم کُشا شہزادہ اسد کو قتل کر دیا جائے۔"

اب افراسیاب نے مہ رُخ اور حیرت کی لڑائیوں کی رپورٹیں طلب کیں۔ پتا چلا کہ روزانہ صبح سے شام تک جنگ ہوتی ہے۔ دونوں طرف کے ہزاروں افراد

مارے جاتے ہیں مگر نتیجہ کچھ بر آمد نہیں ہوتا۔ یہ معلوم کر کے افراسیاب نے اپنے ہاتھ ملکہ حیرت کے نام ایک خط لکھا اور ایک طِلسمی پُتلے کے ہاتھ روانہ کر دیا۔

ملکہ حیرت کئی دنوں سے افراسیاب کے بارے میں بے خبر تھی۔ اُس کا خط پاتے ہی وہ اسے بے صبری کے ساتھ کھول اور پڑھنے لگی۔ لکھا تھا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ایک ماہ بعد شہزادہ اسد کو قتل کر دوں گا۔ اس کے سوا مجھے کسی سے اندیشہ نہیں۔ تب تک خواہ مخواہ جنگ کر کے لاکھوں آدمیوں کو کٹوانا غیر ضروری ہے۔ کل سے جنگ بند کر دو۔ مُلک کے جو ماتحت بادشاہ، نواب اور سردار وہاں عُمرو کا تماشا دیکھنے آئے تھے، سب کو رُخصت کر دو۔ طِلسم کُشا کا کام تمام کرنے کے بعد اِطمینان کے ساتھ باغیوں سے نپٹ لیا جائے گا۔"

یہ خط پڑھ کر ملکہ حیرت نے پوری چھاؤنی میں منادی کرا دی کہ کل شب سے جنگ بندی کی جاتی ہے۔ پہلے سے یہاں رہنے والی فوج کے علاوہ سب کو حکم دیا جاتا ہے کہ سورج نکلنے سے پہلے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو جائیں۔"

جاسوسوں کے ذریعے تھوڑی دیر میں یہ خبر مہ رُخ کو بھی ہو گئی۔ اس نے خواجہ عُمرو کو بُلا کر مشورہ کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ عُمرو نے کچھ دیر سوچنے کے بعد جواب دیا۔ ”اگر دُشمن جنگ بند کرنا چاہتا ہے تو ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ آپ بھی کل سے میدانِ جنگ میں نہ جائیں لیکن سمجھ میں نہیں آیا کہ افراسیاب نے جنگ بندی کا حکم کیوں دیا ہے؟ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔“

مہ رُخ نے کہا۔ ”ہاں! مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔ ہمیں اس کا پتا کرنا چاہیے۔“

”میں ابھی جا کر معلوم کرتا ہوں۔“ عُمرو نے کہا اور مہ رُخ سے رُخصت ہو کر حیرت کی چھاؤنی کی طرف چل دیا۔ قریب پہنچ کر اُس نے ملکہ حیرت کے خادموں کا سا بھیس بھرا اور چھاؤنی میں گھوم پھر کہ حالات معلوم کرنے لگا۔ اصل بات معلوم کرنے میں اسے زیادہ دیر نہ لگی۔ حیرت کی چھاؤنی سے نِکل کر سیدھا ملکہ مہ رُخ کے پاس پہنچا اور کہنے لگا۔

”افراسیاب نے آج سے ایک ماہ بعد شہزادہ اسد کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

اسی وجہ سے اُس نے فی الحال ہم سے جنگ کرنا ملتوی کر دیا ہے۔ صُبح طلِسم ہوش رُبا کے چپّے چپّے سے آئے ہوئے سارے بادشاہ، ملکائیں اور سردار اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ یہاں سے رُخصت ہو جائیں گے۔ میں شہزادہ اسد کو قید سے نکال لانے کی ترکیب کرنی چاہیے۔ اگر افراسیاب نے اُسے قتل کر دیا تو پھر ہم زندگی بھر ہوش رُبا فتح نہ کر سکیں گے۔"

ملکہ مہ رُخ کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ وہ بولی۔ "خواجہ صاحب! شہزادہ اسد کو چھڑانا ہمارے بس کی بات نہیں۔ وہ ایسے طلِسم میں قید ہے جس پر افراسیاب کے علاوہ دنیا میں کسی کا بس نہیں چل سکتا۔ اس طلِسم کی راز دار صرف ملکہ ماراں اور ملکہ اسرار جادُو ہیں، مگر ایک تو وہ افراسیاب کے وفادار ہیں، دوسرے اُن تک پہنچنا مشکل ہے کیونکہ وہ طلِسم باطن کی زمین کی تہوں کے اندر رہتی ہیں۔"

ملکہ مہ رُک کچھ سوچتی رہی پھر کہنے لگی۔ "ملکہ گلگوں نام کی ایک شہزادی اس علاقے کی حاکم ہے جس کے نیچے سے ملکہ اسرار جادُو کے ٹھکانے کو راستہ جاتا

ہے۔ ملکہ گلگوں ہی اس راستے کی محافظ ہے۔ ممکن ہے افراسیاب کے بُلاوے پر وہ بھی یہاں آپ کے قتل کا تماشا دیکھنے آئی ہو اور حیرت کی چھاؤنی میں موجود ہو۔"

عُمرو ملکہ مہ رُخ نے ایک ایک لفظ کو توجّہ سے سُنتا رہا۔ بات پوری ہوئی تو وہ ہاتھ جھاڑ کر اُٹھتے ہوئے بولا۔ "میں اسی وقت جا کر ملکہ گُلگوں کو تلاش کرتا ہُوں۔ مل گئی تو ٹھیک ورنہ جانے والوں میں سے کِسی کے ساتھ ہو کر طلِسم باطن جا پہنچوں گا۔ شہزادہ اسد ہی ہماری آخری اُمّید ہے۔ اُسے چھُڑانے میں اگر جان بھی کام آئے گی تو دریغ نہ کروں گا۔ آپ صبر سے میری واپسی کا انتظار کریں۔ اگر مارا جاؤں یا افراسیاب شہزادہ اسد کو قتل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو طلِسم ہوش رُبا سے نکل کر کوہِ عقیق میں امیر حمزہ کے پاس چلی جایئے۔ بس جو کہنا تھا کہہ چکا۔ خدا حافظ۔"

ملکہ مہ رُخ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ مگر جوں توں کر کے اس نے عُمرو کو رُخصت کیا۔ عُمرو پھر پہلے کی طرح ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں پہنچا۔ اب کی بار وہ

ایک گویّے کے بہروپ میں تھا۔ خاصی دیر تک وہ ملکہ گلگوں کی تلاش میں اِدھر اُدھر مارامارا پھرتا رہا لیکن لاکھوں کا لشکر تھا اور میلوں تک پھیلا تھا۔ اس کے علاوہ سب کُوچ کی تیّاریوں میں بھی لگے ہوئے تھے۔ کوئی سامان باندھ رہا تھا۔ کوئی دوستوں سے رُخصت ہو رہا تھا۔ عُمرو کو کسی سے گلگوں کا پتا معلوم نہ ہو سکا۔

اچانک اُسے خیال آیا کہ رُخصت ہونے والے سارے سردار یقیناً ملکہ حیرت کو سلام کرنے ضرور جائیں گے۔ یہ خیال آتے ہی اس نے ملکہ حیرت کی بارگاہ کا رُخ کیا۔ وہاں ملکاؤں، نوابوں اور سرداروں کا اژدحام تھا۔ کچھ آرہے تھے، کچھ رُخصت ہو کر جا رہے تھے۔ ملکہ حیرت تخت پر بیٹھی تھی۔ اس کے قریب ایک سردار کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں ایک لمبی فہرست تھی۔ وہ فہرست میں سے پکار کر جس کا نام پڑھتا وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر ملکہ کے پاس جاتا اور اُس سے اجازت لے کر سلام کرتا ہُوا نِکل جاتا۔

اسے اِتّفاق کہیے کہ عُمرو کو وہاں پہنچے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ فہرست والے نے ملکہ گلگوں نازک چشم کا نام پُکارا۔ اُونچی کرسی پر بیٹھی ہوئی ایک نوجوان شہزادی

اُٹھی اور ملکہ حیرت کی طرف چل دی۔ عُمرو نے اُس پر نگاہیں جما دیں۔ جیسے ہی وہ ملکہ حیرت سے رُخصت ہو کر دربار سے نِکلی عُمرو اُس کے پیچھے ہو لیا۔

رات آدھی سے زیادہ گُزر چکی تھی۔ گلگوں اپنے پڑاؤ پر پہنچی تو عُمرو نے دیکھا کہ اُس کی ساری فوج اپنے ڈیرے خیمے سمیٹ چکی ہے اور سارا مال و اسباب طلِسمی سواریوں پر بار کیا جا چکا ہے۔ سفر کی تیّاریاں مکمل ہو چکی ہیں اور لوگ صرف پَو پھٹنے کے انتظار میں اِدھر اُدھر بیٹھے وقت گزاری کر رہے ہیں۔ ملکہ گلگوں کے لیے اُس کی کنیزوں نے فقط ایک قالین بچھا رکھا تھا۔ گلگوں اس پر جا کر بیٹھی ہی تھی کہ عُمرو نے درد انگیز دُھن میں بانسری کی تان چھیڑ دی۔ گلگوں تڑپ اُٹھی۔ کنیزوں کو حکم دیا:

"بانسری بجانے والے کو یہاں لے آؤ۔"

عُمرو کچھ زیادہ دُور نہ تھا۔ کنیزیں اُسے بُلا لائیں۔ عُمرو نے ایسی بانسری بجائی کہ گلگوں سمیت سب دیوانے ہو گئے۔ بانسری کا رنگ جما کر عُمرو نے ایک غزل چھیڑ

دی۔ پھر تو وہ سماں بندھا کہ سُننے والا ہر شخص سر دُھننے لگا۔

غزل ختم ہوئی تو ہر طرف سے عُمرو پر اشرفیاں انگوٹھیاں اور ہار نچھاور ہونے لگے۔ پَو پھٹنے میں اب تھوڑی ہی دیر باقی تھی۔ پوری چھاؤنی میں روانگی کے نقّارے بجنے لگے تھے۔ گلگوں نے عُمرو سے کہا:

”میاں میراثی! تمہارا کیا نام ہے؟ ہمارے ساتھ چلو گے۔“

عُمرو نے ادب سے جواب دیا۔ ”حضور! میرا نام خورد بُرد ہے۔ قدر دانی کا وعدہ فرمائیں تو چلنے میں مجھے کیا عُذر ہے۔ اپنا تو پیشہ ہی یہی ہے۔“

ملکہ اور اس کی کنیزیں عُمرو کا یہ نام سُن کر بہت ہنسیں۔ عُمرو کو ایک طلِسمی سواری پر سوار کرا دیا گیا اور وہ ملکہ گُلگوں کی فوج کے ساتھ طلِسم باطن میں اُس کے علاقے میں داخل ہو گیا۔ ایک دن آرام کرنے کے بعد ملکہ گلگوں نے رات کو محفل جمائی اور عُمرو کو بُلا کر گانا سُنانے کی فرمائش کی۔

اس مرتبہ عُمرو نے بڑا ہی غضب ڈھایا۔ ایسا لہک لہک کر گایا کہ ہر سُننے والا مست

ہو کر رقص کرنے لگا۔ گانا ختم ہونے پر ملکہ گلگوں بڑے جوش سے بولی:

"اے خورد بُرد! تونے دل خوش کر دیا۔ مانگ کیا مانگتا ہے؟"

عُمرو نے عرض کی۔ "حضور! دھن دولت کی خواہش نہیں۔ دل میں ایک حسرت ہے۔ اگر پوری کرنے کا وعدہ کریں تو کہوں۔"

گلگوں نے کہا "جو تو کہے گا وہی ہو گا۔ بول کیا حسرت ہے؟"

عُمرو نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ 'حضور! برسوں سے تمنّا ہے کہ کبھی ملکہ اِسرار جادُو اور ملکہ ماراں سے اپنے فن کی داد طلب کروں۔ اگر حضُور مجُھے وہاں تک پہنچا دیں تو بڑا اکرم ہو گا۔ اب یہی حسرت ہے۔"

یہ سُنتے ہی ملکہ گلگوں کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اُسے شک ہوا کہ گویّے کے رُوپ میں یہ دُشمن کا کوئی جاسوس یا عیّار ہے۔ فوراً منتر پڑھ کر عُمرو کی طرف پھُونکا۔ سارا بہروپ غائب ہو گیا۔ عُمرو اپنی اصل شکل میں اُس کے سامنے موجود تھا۔ گلگوں چیخ پڑی۔

”اسے پکڑو۔ یہ مُوا عُمرو عیار۔ غضب ہو گیا کہ ہم اِسے طلِسم باطن میں اپنے ساتھ لے آئے۔ گرفتار کرلو ورنہ افراسیاب سُنے گا تو غضب ڈھائے گا۔“

کنیزیں جو عُمرو کے گانے سے مست ہو رہی تھیں خُود کو سنبھالتے ہوئے چاروں طرف سے جھپٹ پڑیں۔ عُمرو بھی ہوشیار ہو چکا تھا۔ خنجر نکال کر اُس نے قریب پہنچنے والی ایک کنیز کا کام تمام کیا اور ڈبکی لگا کر دوسری کنیزوں کے جھُرمٹ سے باہر نِکل گیا۔ چونکہ مرنے والی کنیز جادُوگرنی تھی لہٰذا اندھیرا چھا گیا اور عُمرو اِس اندھیرے سے فائدہ اُٹھا کر گلگوں کی حویلی میں جا گھُسا۔ خادماؤں کی نگاہ سے بچنے کے لیے اُس نے کرامتی چادر اُوڑھ لی اور ایک کوٹھری میں پہنچ کر اندر سے زنجیر لگا کر چُھپ کا ہو بیٹھا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ جب کنیزیں عُمرو کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گئیں اور گلگوں نے جادُو کے ذریعے عُمرو کا پتا لگانا چاہا تو کچھ نہ معلوم ہو سکا۔ آخر یہ سمجھ کر کہ عُمرو اُس کے علاقے سے باہر نِکل گیا ہے اُس نے اطمینان کی سانس لی۔

عُمرو جس کوٹھری میں چھُپا تھا اُس میں بلا کا اندھیرا تھا۔ کافی دیر بعد اُس نے اندازہ لگا لیا کہ گلگوں اُس کی تلاش سے مایوس ہو چکی ہو گی تو اُس نے کرامتی چادر

الگ کر کے زنبیل میں رکھی اور موم بتّی جلا کر کوٹھری کا جائزہ لینے گیا۔ یہ دیکھ کر اُسے بڑا اچنبھا ہوا کہ کوٹھری میں سوائے ایک اعلیٰ قالین کے دوسرا کوئی بھی سامان نہیں۔

"یہ کوٹھری کِس کام آتی ہے! نہ مال خانہ ہے، نہ خوابگاہ، نہ بیٹھک۔ یہ آخر کیا ہے؟" عُمرو بار بار یہی سوچتا رہا۔ جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو دِل میں کہا۔ چلو فی الحال اِس قالین ہی کو مالِ غنیمت بناؤ۔"

اس نے قالین لپیٹ کر زنبیل میں ڈالی ہی تھی کہ ایک کونے میں نگاہ پڑتے ہی وہ چونک پڑا۔ "ارے یہ تو تہہ خانے کا دروازہ لگتا ہے۔"

ایک لٹّو جیسا کونے کے فرش پر جڑا ہوا تھا۔ اُس نے سوچا۔ "ممکن ہے اِس تہہ خانے میں خزانہ ہو۔ چل کر دیکھنا چاہیے۔" اُس نے لٹّو کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اُوپر کو زور کیا تو دروازہ جیسا ایک تختہ اُوپر کو اُٹھ گیا۔ نیچے سیڑھیاں دِکھائی دے رہی تھیں۔ عُمرو دھڑکتے ہُوئے دل کے ساتھ نیچے اُترا۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ ایک بڑے تہہ خانے میں تھا۔ اس تہہ خانے کے فرش پر بھی ایک جگہ لٹّو جڑا ہوا تھا۔ اُسے اُٹھانے پر پھر سیڑھیاں ظاہر ہوئیں۔ ایک کے بعد ایک اِسی طرح سات تہہ خانے ملے۔ آخری تہہ خانے میں پہنچ کر دیوار میں ایک دروازہ نظر آیا۔ اُسے کھول کر آگے بڑھا تو ایک سُرنگ نظر آئی۔ اُس میں چلتے چلتے وہ بالآخر ایک باغ میں پہنچ گیا۔

اس سفر میں ساری رات گزر گئی۔ جب وہ باغ میں داخل ہوا تو پرندے چہچہا رہے تھے۔ نسیمِ صُبح اِٹھلا اِٹھلا کر چل رہی تھی۔ کچھ کنیزیں کیاریوں میں سے پھُول چُن رہی تھیں۔ عُمرو نے اندازہ کیا کہ یہ باغ کِسی ملکہ یا شہزادی کا ہے جس کے گہنے اور گُل دستے بنانے کے لیے کنیزیں پھُول توڑ رہی ہیں۔ جس کُنج کے پیچھے چھُپا ہوا وہ یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اُس کے پیچھے سفید گلابوں کا ایک تختہ تھا۔ کچھ دیر بعد ایک شوخ کنیز دوسروں سے الگ ہو کر اس کی طرف آنے لگی تو دوسری کنیز بولی۔ ”اری شمشاد! کدھر چلی؟“

اس نے جواب دیا۔ ”ذرا سفید گلاب توڑ لاؤں۔“

عُمرو تیّار ہو بیٹھا۔ جیسے ہی شمشاد نے کُنج کی اوٹ میں آئی عُمرو نے بے ہوشی کا غبّارہ مار کر اُسے بے سدھ کیا، پھر جلدی جلدی اُس کا بہروپ بنایا اور اُسے کُنج کے اندر چھُپا کر سفید گلاب توڑے اور جا کر دوسری کنیزوں میں گھُل مل گیا۔

عُمرو نے سفید گلاب کے جو پھُول توڑے تھے وہ بڑے خوب صورت تھے۔ ایک کنیز نے اُس کے چٹکی لیتے ہوئے کہا۔ ”اری شمشاد! بڑا اچھّا پھُول لائی ہے۔ ملکہ ماراں اِسے ضرور اپنے جُوڑے میں لگائے گی۔“

اس جملے سے عُمرو سمجھ گیا کہ قسمت اُسے جس جگہ لے آئی ہے وہ وہی ہے جہاں پہنچنے کی آرزو وہ لے کر چلا تھا۔ کچھ دیر بعد ساری کنیزیں محل کو چل دیں۔

محل کے ایک اندرونی بر آمدے میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے کئی کمرے تھے۔ ہر کمرے کے دروازے سونے کے تھے اور ان پہ موتیوں جیسے مخملیں پردے پڑے ہوئے تھے۔ کنیزیں اس بر آمدے میں پہنچ کر رُک گئیں اور پھُولوں کے ہار اور گُل دستے اور زیور بنانے لگیں۔ ایک کنیز دو کمروں کے اندر

جھانک کر آئی اور بولی "ملکہ اِسرار ابھی تک تو خرّاٹے لے رہی ہیں البتّہ ملکہ ماراں کی آنکھ کھُل گئی ہے۔"

"اچھا تو تم ہار اور زیور بناؤ۔ میں اور شمشاد اُن کے ہاتھ مُنہ دُھلوانے کا کام سنبھالتے ہیں۔" دوسری کنیز نے کہا اور عُمرو کو اُٹھنے کا اِشارہ کیا۔

عُمرو اُٹھ کر اُس کے پیچھے چلا۔ بر آمدے کے ایک کونے میں چلمچیاں اور لوٹے رکھے تھے۔ کنیز نے عُمرو کو چلمچی اُٹھانے کا اشارہ کیا اور خُود لوٹے میں پانی بھر کر اور عِطر ڈال کر ایک چوکی کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی۔ عُمرو بھی اُس کے پاس جا کر کھڑا ہُوا۔ چوکی میں ایک طرف مخمل کے تولیے تہہ کیے رکھے تھے۔ ایک کمرے کا دروازہ اُس چوکی کے قریب ہی تھا۔ عُمرو سمجھ گیا کہ یہ ملکہ ماراں کا کمرہ ہے۔

چند لمحوں بعد ایک خوب صورت اور نوجوان لڑکی کمرے سے نِکل کر باہر آ گئی۔ بر آمدے میں موجود ساری کنیزیں اُسے دیکھتے ہی اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ جھک جھک

کر سلام کرنے کے ساتھ سب ایک ساتھ پُکار اُٹھیں۔ ”حضور! صُبح مُبارک۔“
عُمرو بھی آداب بجالایا۔ ماراں کی سادگی، خوب صورتی اور کم سِنی پر بے اختیار اُس کو رحم آگیا۔ دل ہی دل میں بولا۔ ”کاش یہ لڑکی ایمان لے آئے۔ کاش مُجھے اِسے ہلاک نہ کرنا پڑے۔“

ماراں سلام لے کر مُسکراتی ہوئی چوکی پر بیٹھ گئی۔ عُمرو اور اُس کے ساتھ کی کنیز نے اُس کا مُنہ دھلوایا۔ دوسری کنیزوں نے آکر گُل دستے، ہار اور پھولوں کے زیور پیش کیے۔ ماراں کنیزوں سے ہنسنے بولنے لگی۔ اِتنے میں برابر والے کمرے سے آواز آئی۔ "اے شمشاد! ماراں رانی اُٹھ گئی کہ نہیں؟“

اِس سے پہلے کہ نقلی شمشاد کُچھ کہتی ماراں چہک اُٹھی۔ ”جی اُٹھ گئی نانی جان! حاضر ہوتی ہوں۔“

عُمرو سمجھ گیا کہ دوسرے کمرے سے آنے والی آواز ماراں کی نانی ملکہ اسرار جادُو کے علاوہ اور کِسی کی نہیں۔ سوچنے لگا کہ اب مُجھے کیا کرنا چاہیے۔ اتنے میں ماراں

چوکی سے اُٹھی اور عُمرو یعنی نقلی شمشاد کو پیچھے آنے کا اِشارہ کرتی ہوئی دوسرے کمرے کی طرف چلی۔ عُمرو بھی پیچھے ہو لیا۔ مگر اُس کے دل کو دھڑکا لگ گیا کہ اسرار جادُو نے بھی شمشاد کو پکارا اور ماراں بھی اُسے اندر لیے جاتی ہے۔ اِس میں کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو!

کمرے کے اندر بیچ میں ایک اور بھاری پردہ لٹک رہا تھا۔ ماراں کے اِشارے پر عُمرو نے پردہ سرکایا۔ سامنے مسہری پر ایک دبلی پتلی سفید بالوں والی بڑھیا بیٹھی ہوئی تھی۔ اُس کے چہرے پر بے انداز جھُرّیاں پڑی تھیں مگر لباس اور زیور بڑے اعلیٰ تھے۔ بڑھیا کسی فکر میں پریشان دکھائی دے رہی تھی۔

عُمرو ایک طرف کو کھڑا ہو گیا۔ ماراں "نانی جان آداب" کہتی ہوئی آگے بڑھی اور بڑھیا سے لپٹ گئی۔ ملکہ اسرار نے ماراں کی پیشانی پر بوسہ دیا اور چٹ چٹ بلائیں لے کر کہنے لگی۔ "لڑکی! زمانہ بڑا نازک آ گیا ہے۔ طلِسم کُشا کے قتل کی تیّاریاں ہو رہی ہیں۔ ملک میں انقلاب کے اندیشے ہیں۔ بس آج سے کھیل کُود بالکل بند۔ اپنے علاقے کی سرحدوں کی دیکھ بھال کی فکر کر۔"

ماراں بولی۔ ”نانی جان! آپ کو تو بیٹھے بٹھائے وہم ہو گیا ہے۔ کچھ بھی زمانہ خراب نہیں۔ آج تو میں ناٹک کے ایک کھیل کی تیّاری کروں گی۔ میری سہیلیاں آنے والی ہیں۔“

”بیٹا! تو سمجھتی کیوں نہیں۔“ ملکہ اسرار بولی۔ ”بھلا رات تک میں نے کوئی ایسی بات کی تھی؟“

”پھر رات ہی رات میں کون سی تبدیلی آگئی؟“ ملکہ ماراں نے پوچھا۔

”بیٹا! بات یہ ہے کہ جب سے سو کر اُٹھی ہوں، دل سخت پریشان ہے۔ مُجھے پتا چلا ہے کہ طلِسم کا دُشمن عُمرو عیّار تمہارے باغ میں آ پہنچا ہے۔ وہ آفت کا پرکالہ ہے۔ جس طرح بن پڑے اُسے ڈھونڈ نکالو۔ ورنہ نہ میری خیر ہے، نہ تمہاری۔“

”اچھی بات ہے نانی جان!“ ماراں اُٹھتے ہوئے بولی۔ ”جا کر ڈھونڈتی ہوں۔“ پھر باہر آ کر کنیزوں سے کہنے لگی۔ ”معلوم ہوتا ہے رات نانی جان کو بھیانک خواب دکھائی دیتے رہے ہیں۔ کہتی ہیں، عُمرو یہاں آگیا ہے۔ اُسے ڈھونڈو۔ بھلا عُمرو

یہاں کیسے آ سکتا ہے۔ ملکہ گلگوں ہماری سرحدوں کی محافظ ہے۔ وہ عُمرو کو کیسے آنے دے سکتی ہے۔"

کنیزیں ہاں میں ہاں ملانے لگیں۔ عُمرو چوکنّا ہو گیا۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ملکہ اسرار جادُو کی پھر آواز آئی۔ "ماراں بیٹی! عُمرو کی تلاش شروع کرائی کہ نہیں؟"

ماراں نے جھُوٹ مُوٹ کہہ دیا۔ "نانی جان! محل میں تو دیکھ لیا کہیں نہیں ہے۔ کنیزوں کو باغ میں بھیجا ہے۔ اب خُود بھی جا کر دیکھتی ہوں۔"

"اے لڑکی! کیوں مجھے بناتی ہے۔" اسرار پُکاری۔ "تو ڈھونڈ کی۔ آدمی دل لگائے تو کام ہو۔ اچھا چھوڑ۔ کالی کتاب کِسی سے بھجوا دے۔ میں خُود پتا کرتی ہوں۔ وہ عیّار کِس کے روپ میں ہے؟"

ماراں اپنے کمرے میں آ گئی اور ایک کالی جلد والی کتاب لا کر عُمرو کو دیتے ہوئے بولی۔ "شمشاد! دے آ اِسے نانی جان کو۔"

عُمرو کے دل میں ایک منصوبہ تیّار تھا۔ وہ کتاب لے کر اِسرار جادُو کے پاس جا

پہنچا۔ اسرار جادُو نے عُمرو پر نگاہ ڈالے بغیر کتاب لے کر دیکھنی شروع کر دی۔ عُمرو نے کمند کا پھندا اسرار جادُو کی طرف پھینکا اور جب اُس کی گردن پھندے میں آگئی تو انتہائی پھُرتی کے ساتھ کمند کو جھٹکا دیا مگر پھر ایک دم اُس کے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ جھٹکے کے ساتھ ہی ملکہ اسرار کا سر فرش پر جا گرا۔ دھڑ مسہری پر تڑپنے لگا مگر دھڑ سے اور گردن سے خُون کا ایک قطرہ بھی نہ ٹپکا تھا۔ اِس عجیب واقع پر عُمرو حیران ہی ہو رہا تھا کہ پہلو کی دیوار شق ہوئی اور اسرار باہر آتے ہوئے پُکاری۔ ''خبردار! تو مُجھ سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ میرا نام اسرار جادُو ہے۔ تو مجھے دھوکا نہیں دے سکتا۔''

عُمرو نے پھُرتی سے خنجر نکالا اور چاہتا تھا کہ جھپٹ کر اسرار پر وار کرے کہ اُس نے کوئی منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ ہوا کا ایک تھپیڑا عُمرو کو لگا اور وہ اپنی اصل شکل میں آگیا۔ زمین نے اُس کے پاؤں جکڑ لیے۔

اسرار نے آواز دے کر ماراں کو بُلایا۔ وہ کمرے میں آئی تو اسرار نے طنز کرتے ہوئے کہا۔ لو رانی جی! دیکھو عُمرو کو۔ شمشاد کے روپ میں تھا۔ تمہیں تو میری

بات کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ اب بولو کیا کہتی ہو؟"

ماراں عُمرو کو دیکھ کر ہکّا بکّارہ گئی۔ بولی۔ "نانی جان! آپ ٹھیک فرماتی تھیں۔ غلطی کی جو یقین نہیں کیا۔ مگر نانی جان! آپ تو کہتی تھیں عُمرو بہت خطرناک ہے مُجھے تو یہ سینک سلائی سا آدمی بالکل خطرناک نہیں معلوم ہوتا۔ دیکھیے نا بے چارہ کتنا سہما ہوا ہے۔ برسوں کا بھُوکا پیاسا بھی لگتا ہے۔"

"اری گھامڑ۔" ملکہ اسرار نے کہا۔ 'اس کی ظاہری حالت پر نہ جا۔ بس کی گانٹھ ہے۔ شہنشاہ افراسیاب کو اس نے تگنی کا ناچ نچا رکھا ہے۔ سینکڑوں نامی گرامی جادُوگروں کو ہلاک کر چکا ہے۔ اگر میں ہوشیار نہ ہوتی تو مجھے بھی قتل کر چکا ہوتا۔ اب میں اِسے نہ اپنے پاس قید رکھوں گی نہ افراسیاب کے پاس بھیجوں گی۔ ابھی باغ میں لے جا کر قتل کروں گی۔ ورنہ یہ نِکل جائے گا۔ کتنی ہی بار ملکہ حیرت اور افراسیاب تک کو دھوکا دے چکا ہے۔"

یہ کہہ کر ملکہ اسرار نے کنیزوں کو اشارہ کیا۔ انہوں نے عُمرو کے ہاتھ پیر باندھ

دیے اور اُٹھا کر باغ کو لے چلیں۔ باغ میں پہنچ کر ملکہ اسرار چاہتی تھی کہ عُمرو کو قتل کرے کہ اچانک قریب کی زمین پھٹی اور ایک سفید داڑھی والا آدمی باہر نِکلا۔

"ٹھہر جاؤ!" آنے والے نے ملکہ اسرار سے کہا۔ "اسرار کی جونہی اس پر نظر پڑی "اُستاد! اُستاد!" کہتی ہوئی ہاتھ جوڑے اس کی طرف بڑھی اور قریب پہنچ کر بوڑھے جادُوگر کے پاؤں چھوئے۔ ماراں نے بھی آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اس نے باری باری دونوں کے سروں پر ہاتھ پھیرا، دعائیں دیں اور پھر ایک طرف لے جا کر کہنے لگا۔

"بڑی خیریت ہوئی میں وقت پر پہنچ گیا۔ عُمرو ہلاک ہو جاتا تو ہم سب عذاب میں مُبتلا ہو جاتے۔ اب بہتر یہ ہے کہ عُمرو کو تم لوگ نہ صرف چھوڑ دو بلکہ اِس کا ساتھ دو۔"

"اُستاد! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" ملکہ اسرار حیران ہوتے ہوئے بولی۔ "یہ تو

طلِسم اور شہنشاہ افراسیاب کا دُشمن ہے۔ اِسے چھوڑ دینے یا اِس کا ساتھ دینے کا مطلب ہے کہ ہم شہنشاہ سے غدّاری کریں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس کے بدلے میں وہ ہمیں سزا دینے کی بجائے انعام دے گا؟"

"بیٹی اسرار!" بوڑھے جادُوگر نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "پُرانی کتابوں سے اس کی تصدیق ہو گئی ہے کہ طلِسم شہزادہ اسد کے ہاتھوں فتح ہو گا اور افراسیاب کا اقتدار باقی نہ رہے گا۔ اس لیے تقدیر سے لڑنا عقل مندی نہیں۔ افراسیاب تمہارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا، جبکہ شہزادہ اسد تمہیں نیکی کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ عُمرو شہزادہ اسد کو چھڑانے کی نیّت سے یہاں آیا ہے، اس کی مدد کرو تا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔ بس اِسی میں تمہاری بھلائی ہے۔"

ملکہ اسرار اور بوڑھے جادُوگر میں بہت دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ آخر کار وہ عُمرو کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئی۔ عُمرو کو رہا کر دیا گیا۔ اُس نے بوڑھے جادُوگر کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور پھر سب مل کر شہزادہ اسد کو رہا کرنے کے منصوبوں پر غور کرنے لگے۔

شہزادہ اسد کی رہائی

عُمرو کو اپنی مُہم پر روانہ ہوئے دو ہفتے گزر چکے تھے۔ اِس مُدّت میں مہ رُخ اور حیرت کے درمیان مکمّل امن رہا۔ دونوں کی فوجیں اپنی اپنی چھاؤنیوں میں رہیں۔ البتّہ دونوں طرف کے عیّار چھوٹی بڑی وارداتیں کرتے رہتے تھے۔

ملکہ مہ رُخ کو عُمرو کی بڑی فکر تھی۔ جاسوسوں سے اُسے اس بات کی تصدیق تو ہو چُکی تھی کہ عُمرو بھیس بدل کر کے گلگوں کے ساتھ جا چکا ہے لیکن پھر کہیں سے کوئی بھنک نہ پڑی کہ آگے کیا ہوا؟

ایک رات مہ رُخ کے کہنے پر مہتر قیران اور برق فرنگی حیرت کی چھاؤنی میں خواجہ کی سُن گُن لینے کے لیے گئے۔ خواجہ کے بارے میں تو انہیں کوئی خبر نہ معلوم ہو سکی البتہ افراسیاب کا وزیر باغبان مع بیوی کے اُن کے ہتھّے چڑھ گیا۔

اور دونوں کو باندھ کر اپنی چھاؤنی میں لے آئے اور ملکہ مہ رُخ کے سامنے پیش کر دیا۔

باغبان بُہت بڑا جادُوگر تھا۔ وہ دو مرتبہ ڈنکے کی چوٹ پر خواجہ عُمرو کو پکڑ کر افراسیاب کے پاس لے گیا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ اب عُمرو کے شاگرد اُسے قتل کیے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ اس سے زیادہ اُس کی بیوی کو خوف تھا۔ مہ رُخ کے سامنے پیش ہوتے ہی وہ اس سے باغبان کی جاں بخشی کے لیے رو رو کر منّت سماجت کرنے لگی۔ کِسی زمانے میں وہ مہ رُخ کی سہیلی بھی رہ چکی تھی۔

مہ رُخ کا دل اُس کی آہ وزاری سے پسیج گیا۔ اس نے باغبان کو بہت کچھ سمجھایا بُجھایا اور وعدہ کر لیا کہ اگر وہ افراسیاب کو چھوڑ کر سچّے دل سے میرے ساتھ شامل ہو جائے تو نہ صرف اُس کی جان بخش کر دی جائے گی بلکہ اعلیٰ مرتبے پر بھی فائز کر دیا جائے گا۔

باغبان نے اس بات کا تو وعدہ کیا کہ رہا ہونے کے بعد میں افراسیاب کا ساتھ چھوڑ

کر طلِسم ہوش رُبا سے دُور کہیں اور چلا جاؤں گا مگر اس بات پر وہ آمادہ نہ ہوا کہ مہ رُخ کا شریک ہو کر افراسیاب سے لڑے۔ اس پر اس کی بیوی اُسے راضی کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

یہ باتیں جاری تھیں کہ ایک بوڑھا جادُو گر اُڑتا ہوا آیا اور مہ رُخ کے تخت کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ دوسرے لوگ اُسے دیکھ کر ہڑ بڑا گئے مگر مہ رُخ، بہار، مخمُور، باغبان اور اس کی بیوی کا چہرہ کِھل اُٹھا۔ سب کے مُنہ سے بے اختیار نِکل گیا۔ "ارے! انصاف جادُو! آپ!"

آنے والے نے کہا۔ "ہاں میری بچیو! میں۔ کہو تم لوگ خیریت سے تو ہو۔"

"کہیے، آپ کی شاگرد ملکہ اسرار جادُو اور اُس کی نواسی ماراں کا کیا حال ہے؟" مہ رُخ نے آگے آ کر اور اُسے تخت پر اپنے برابر لے جا کہ بٹھاتے ہوئے پوچھا۔

بوڑھا جادُو گر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ باغبان اور اس کی بیوی پر نگاہ ڈال کر خاموش ہو گیا۔ باغبان کی بیوی دُہائیاں دے دے کر انصاف جادُو کو باغبان کی سفارش کے

لیے مجبور کرنے لگی۔ مہ رُخ نے بوڑھے جادُوگر کو اپنی شرط بتادی۔ بوڑھے نے باغبان کو سمجھایا۔ آخر کار باغبان کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ مہ رُخ اور عُمرو حق پر ہیں اور افراسیاب اور لقاباختری تاریکی میں بھٹک رہے ہیں۔ مہ رُخ کا ستارہ اوج پر ہے اور افراسیاب کا ستارہ گردش میں ہے۔ مہ رُخ سُرخ رُو رہے گی افراسیاب کا مُنہ کالا ہو گا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی ہی دیر میں باغبان نے سچے دل سے عُمرو اور مہ رُخ کی اطاعت قبول کی اور قسم کھائی کہ جان رہے یا جائے، اپنی پوری قوّت سے افراسیاب کا مُقابلہ کروں گا۔ اس کے بعد مہ رُخ نے اُسے آزاد کر دیا۔ سارے سردار اُٹھ اُٹھ کر اس سے گلے ملے۔ سب نے اُسے راہِ راست پر آنے کی مبارک باد دی۔ چھاؤنی میں خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔

باغبان نے سب کا اور خاص طور پر انصاف جادُو کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور مہ رُخ سے کہنے لگا:

"افراسیاب آج سے ٹھیک دو ہفتے بعد شہزادہ اسد کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ خواجہ عُمرو شہزادہ اسد کی رہائی کی فکر میں گئے ہوئے ہیں لیکن دو ہفتوں سے اُن کی کوئی خبر نہیں ملی۔ بہر حال وہ کامیاب ہوں یا ناکام ہمیں اپنے طور پر بھی اِس سلسلے میں کچھ کرنا چاہیے۔ اُن کی کامیابی کی اُمّید پر محض انتظار کرتے رہنا کسی طور مُناسب نہیں۔"

مہ رُخ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ انصاف جادُو بیچ میں بُول اٹھا "میں بھی یہاں اسی کام سے آیا تھا۔"

انصاف جادُو ایک شریف آدمی تھا اور ملکہ اسرار جادُو کے اُستاد کی حیثیت سے وہ طِلِسمِ ہوش رُبا میں بڑا مرتبہ رکھتا تھا۔ اس کے اچانک آنے اور باغبان کو سمجھانے سے یہ بات تو ثابت ہو چکی تھی کہ وہ مہ رُخ کا خیر خواہ ہو چکا ہے۔ مگر اس بات کی کسی کو اُمّید نہ تھی کہ وہ شہزادہ اسد کی رسائی کے سلسلے میں بھی مدد دینے پر آمادہ ہے۔ سب لوگ اسے حیرت کے ساتھ دیکھنے لگے۔ ایک لمحہ خاموش رہ کر اس نے کہنا شروع کیا۔

"قدرت تمہارا کام آسان کر رہی ہے۔ خواجہ عُمرو خیریت سے ہیں اور آج کل ملکہ اسرار کے مہمان ہیں۔" یہ سُنتے ہی ہر شخص نے اِطمینان کا ٹھنڈا سانس لیا۔

انصاف جادُو نے پھر کہا۔ "اور تمہیں یہ سُن کر بے حد خُوشی ہو گی کہ ملکہ اسرار اور ملکہ ماراں عُمرو کے دوست ہو چکے ہیں۔ انہوں نے عُمرو کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" یہ خبر سُن کر ہر شخص کا چہرہ خوشی سے کِھل اُٹھا۔

بوڑھے نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "جس رات کی صُبح شہزادہ اسد کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا گیا ہے، اُس رات ملکہ اسرار افراسیاب کو غافل رکھنے کی کوشش کرے گی۔ ماراں عُمرو کو اس قید خانے تک پہنچا دے گی جہاں شہزادہ اسد اور ملکہ مہ جبین قید ہیں۔ خواجہ انہیں قید سے چھُڑا کر سیدھے اِدھر آئیں گے۔ لیکن شہر ناپرساں سے یہاں تک بے کھٹکے اُن کا پہنچنا مشکل ہو گا۔ سب سے بڑا خطرہ اس وقت ہے جب خواجہ قیدیوں کو چھُڑا کر نکل رہے ہوں گے۔ اور افراسیاب اور اس کے ماتحت بادشاہوں کے لاکھوں جادُوگر شہر ناپُرساں کے چپّے چپّے پر تعینات اور چوکنے ہوں گے۔ اس موقع پر اگر آپ لوگ وہاں موجود

ہوں اور افراسیاب اور اُس کے آدمیوں کو اپنی طرف متوجّہ کر لیں تو خواجہ کو وہاں سے نِکل کر یہاں پہنچنے کا موقع مل جائے گا۔ دو ہفتے باقی ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو خاصی تیّاری کر سکتے ہیں۔"

ملکہ بہار نے پوچھا۔ "آپ چاہتے ہیں کہ ہم شہر ناپُرساں پر فوج کشی کر دیں؟"

باغبان نے جواب دیا۔ "نہیں۔ فوج لے کر چڑھائی کی گئی تو افراسیاب کو بہت پہلے خبر ہو جائے گی اور اس سے خواجہ کا کام خطرے میں پڑھ جائے گا۔"

"پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" ملکہ مخمُور نے سوال کیا۔

باغبان نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "میری رائے میں چند سردار اور چند عیّار وہاں دُشمن کو اُلجھانے کے لیے کافی ہوں گے بشر طیکہ وہ خفیہ طور پر وہاں پہنچیں اور وقت پر کارروائی کر کے واپس آنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔"

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے۔" مہ رُخ بولی۔ "مگر یہ کیسے معلُوم ہو گا کہ کارروائی کے لیے صحیح وقت کون سا ہے۔"

"میں اس کا جواب جانتا ہوں۔" انصاف جادُو نے کہا۔ "خواجہ نے کہا ہے کہ جیسے ہی وہ شہزادہ اسد اور ملکہ مہ جبین کو چھُڑا کر قید خانے سے باہر نکلیں گے زور دار نعرہ بُلند کریں گے۔ جیسے ہی یہ نعرہ سنائی دے افراسیاب اور اُس کے حامیوں پر حملہ کر دینا چاہیے۔"

سب نے اِس خیال سے اِتّفاق کیا۔ یہ بات طے ہو گئی تو عیّار اور چیدہ چیدہ سردار آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ مقرّرہ دن شہر ناپُرساں پہنچنے اور افراسیاب سے لڑتے ہوئے نِکل بھاگنے کے لیے کیا ترکیبیں اور کیا تیّاریاں کی جائیں۔ کافی بحث و مباحثہ کے بعد آخر کار وہ ایک ایسے منصوبے پر متّفق ہو گئے۔

وقت گزرنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی دوست دُشمن سب زور شور سے مقرّرہ دِن کے معرکے کی تیّاریاں کرنے لگے۔ حتیٰ کہ وہ رات شروع ہو گئی جس کی صُبح شہزادہ اسد کو قتل کیا جانا تھا۔

افراسیاب باغِ سیب میں تھا۔ ملکہ حیرت اپنی چھاؤنی میں تھی اور مُصوِّر جادُو اور

دیگر نامور وزیروں اور سرداروں کے ساتھ شہر ناپُرساں پہنچنے کی تیّاری کر رہی تھی۔ شہرِ ناپُرساں میں افراسیاب کے بُلائے ہوئے ماتحت بادشاہ اپنی فوجوں کے ساتھ پہنچ چکے تھے۔ زمین کے نیچے زمین کی سطح پر اور اوپر آسمان میں جگہ جگہ محافظ چوکسی کر رہے تھے۔ محافظوں کو حکم تھا کہ صبح سے پہلے اور تو اور اگر افراسیاب بھی آئے تو اُسے گُنبدِ نُور کے اِرد گرد نہ آنے دیا جائے۔ یہ احتیاط اس لیے کی گئی تھی کہ عُمرو یا کوئی دوسرا عیّار بھیس بدل کر محافظوں کو دھوکا نہ دے سکے۔ اتنے سخت انتظامات تھے کہ آدمی تو آدمی چیونٹی یا پرندہ بھی گُنبدِ نُور کے قریب نہ پہنچ سکتا تھا۔ اُسی گنبد کے کسی طِلسمی تہہ خانے میں شہزادہ اسد اپنی بیوی ملکہ مہ جبین کے ساتھ قید تھا۔

رات کی تاریکی گہری ہونی شروع ہوئی تو ملکہ اسرار جادُو اپنا شاہی لباس پہن کر تیّار ہو گئی۔ اس کی آنکھوں سے بے پناہ عزم جھلکتا تھا۔ عُمرو اور ماراں پہلے ہی اُس کے منتظر تھے۔ جیسے ہی اُس نے انہیں آواز دی، دونوں اُس کے کمرے میں داخل ہو گئے۔ ملکہ اسرار نے کہا۔

ہماری زندگی کا سب سے نازک مرحلہ آ پہنچا ہے۔ ذرا سی بے احتیاطی نہ صرف سارے کیے کرائے پر پانی پھیر دے گی بلکہ جان کے لالے پڑ جائیں گے۔ بہر حال حوصلہ ہارنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں افراسیاب کے پاس باغِ سیب جاتی ہُوں۔ آج رات وہ ایک لمحے کے لیے بھی پلک نہ جھپکائے گا۔ میں کوشش کروں گی کہ صبح تک اُسے باتوں میں لگائے رکھوں اور تم لوگوں کا حال جاننے کے لیے کتابِ سامری نہ دیکھنے دُوں۔ آگے جیسی قسمت۔ بس اب تم بھی روانہ ہو جاؤ۔ زندہ رہے تو پھر ملیں گے۔"

ماراں نے چاہا کہ بڑھ کہ ملکہ اسرار سے چمٹ جائے مگر اس نے اُسے الگ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ گلے ملنے اور رونے دھونے کا وقت نہیں۔ دل کو پتھّر بنا کر کام کے موقع پر دل میں جُدائی کا دکھ یا ملال نہیں رکھنا چاہیے۔ شاباش! حوصلے سے کام لو۔ اچھا میں چلتی ہُوں۔"

یہ کہہ کر ملکہ اِسرار جادُو دونوں کی طرف دیکھے بغیر تیزی سے محل کے باہر نِکل گئی۔ ایک لمحے کے لیے ماراں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے مگر پھر اُس نے بھی

سر جھٹک کر دل کو مضبُوط کر لیا۔

"آؤ خواجہ! ہم اپنی منزل کو چلیں؟" اس نے عُمرو سے کہا اور محل کے ایک کونے کی طرف چل دی۔ انہوں نے ایک کے بعد ایک سات تہہ خانے طے کیے۔ آخری تہہ خانے میں ایک سُرنگ تھی۔ یہاں ایک لمحہ رُک کر ماراں نے عُمرو سے کہا۔ "اب میں اژدہا بن کر چلوں گی۔ آپ ملکہ اسرار جادُو بن کر میری پیٹھ پر سوار ہو جایئے راستے میں دو منزلیں کٹھن ہیں۔ ہمیں دو محافظوں سے نبٹنا پڑے گا۔ دونوں زبردست جادُوگر ہیں۔ ہم انہیں دھوکا دے کر آگے نکلنے میں کام یاب ہو گئے تو پھر کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"کوئی پروا نہیں۔" عُمرو نے کہا۔ "اوکھلی میں سر دیا تو مُوسلوں سے ڈر کیا۔ اگر خدا کو منظور ہے تو سارے مرحلے آسان ہو جائیں گے۔"

ماراں نے لوٹ پوٹ کر اژدھے کا روپ دھارا۔ عُمرو نے اسرار جادُو کا بھیس بنایا۔ دونوں سُرنگ میں داخل ہو گئے۔ یہ سرنگ زمین کے نیچے سے شہزادہ اسد کے

قید خانے تک جانے کا واحد راستہ تھی۔ اُس کی حفاظت ملکہ ماراں اور ملکہ اسرار جادُو کے سپرد تھی۔ دونوں اِسی طرح سُرنگ کا دورہ کر کے محافظوں کی نگرانی کیا کرتی تھیں۔

آدھی رات تک دونوں کا سفر جاری رہا۔ اس کے بعد راستے میں ایک جگہ ایک حجرہ سا دکھائی دیا۔ اس کے دروازے پر ایک خوف ناک شکل کا جادُوگر کھڑا تھا۔ قریب پہنچنے پر اس جادُوگر نے دونوں ہاتھ جوڑ کر نقلی ملکہ اسرار کو سلام کیا۔ اس نے اشارے سے سلام کا جواب دیا۔ ماراں چاہتی تھی کہ آگے بڑھ جائے مگر وہ جادُوگر راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا:

”نہیں حضور! میں شربت پلائے بغیر آگے نہ جانے دوں گا۔ آپ میری افسر ہیں۔ خدمت کا موقع دیجیے۔“

عُمرو نے ضد کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اژدھے سے نیچے اُتر گیا۔ ماراں لوٹ پوٹ کر اصلی شکل میں آ گئی۔ حجرے میں لے جا کر جادُوگر نے دونوں کو مسہری پر بٹھایا

اور خُود شربت تیّار کرنے لگا۔ عُمرو چاہتا تھا کہ اُسے بے ہوش کر کے زنبیل میں ڈال لے مگر موقع نہ ملا۔ جادُوگر نے دو گلاس شربت تیّار کر کے اُن کے سامنے پیش کر دیے۔ عُمرو نے آنکھ بچا کر عرقِ بے ہوشی کی شیشی نکال کر اپنے گلاس میں اُلٹ دی اور جادُوگر کی طرف بڑھا کر کہنے لگا: ”لو، میں نے ایک گھونٹ پی لیا ہے۔ اب یہ تم پی جاؤ۔“

تھوڑی سی حجّت کے بعد جادُوگر نے گلاس لے لیا۔ چاہتا تھا کہ مُنہ سے لگائے کہ دفعتاً وہ شربت شعلہ بن کر اُڑ گیا۔ جادُوگر نے گلاس پھینک کر قہر کی نگاہوں سے نقلی اسرار جادُو کی طرف دیکھا۔ سارا بہروپ اُتر گیا۔ عُمرو اصلی شکل میں اُس کے سامنے تھا۔ اب اس نے ماراں کی طرف دیکھا۔ وہ ویسی ہی رہی۔ وہ غصّے میں سُرخ ہو کر بولا:

”ملکہ ماراں! یہ تم نے کیا کیا کہ نمک حرامی پر اُتر آئی۔ دُشمن کو دوست اور دوست کو دُشمن بنایا۔ تجھے تو خیر افراسیاب کے سامنے پیش کروں گا پر اس عیّار کو ہرگز زندہ نہ چھوڑوں گا۔“

یہ کہ کر چاہتا تھا کہ کوئی منتر پڑھ کر عُمرو پر پھونکے مگر عُمرو پہلے ہی خنجر نکال چکا تھا۔ چھلانگ لگا کر اُس کے کندھوں پر جا بیٹھا اور پھر خنجر کے وار کر کے اُسے ڈھیر کر دیا۔ اس جادُو گر کے مرنے سے ایسا شور ہوا کہ سُرنگ کپکپانے لگی۔

ماراں نے کہا۔ "خدا کرے یہ آواز اگلے محافظ نے نہ سُنی ہو۔ اب جلدی چلو۔ یہاں ٹھہرنا خطرناک ہے۔ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔"

عُمرو نے جلدی جلدی پھر ملکہ اسرار جادُو کا بہروپ بھرا اور ماراں لوٹ پوٹ کر اژدھا بنی۔ عُمرو اُس کی پیٹھ پر سوار ہوا۔ ماراں پوری قوّت کے ساتھ سُرنگ میں دوڑنے لگی۔

رات کے آخری پہر کے بعد وہ دوسرے جادُو گر کی چوکی پر پہنچ گئے۔ ماراں نے عُمرو کو تاکید کر دی کہ خواہ کچھ ہو۔ اس جادُو گر کو ہلاک یا بے ہوش نہ کرنا۔ دھوکا دے کر نکلنے کی کوشش کرنا۔ لیکن اس جادُو گر نے عُمرو کو اتنی بھی مہلت نہ دی کہ وہ اُس سے کوئی بات کر سکتا۔ یہ راز کسی کو نہ معلوم تھا کہ اس جادُو گر نے اپنے

حجرے کے آس پاس ایسا جادُوگر رکھا تھا کہ اس کی حد میں آنے والے نے خواہ کیسا ہی بہروپ بھر رکھا ہو، اپنی اصلی صورت پر آجاتا تھا۔

عُمرو اس حد میں داخل ہو چکا تھا اور اس کا بہروپ غائب ہو چکا تھا مگر اسے اس کی خبر نہ تھی۔ وہ سمجھا کہ محافظ جادُوگر اُسے اصلی ملکہ اسرار جادُو سمجھ کر اُس کے پیر چومنے کے لیے آگے بڑھ رہا ہے۔ اس لیے جب محافظ جادُوگر نے جھک کر اُس کے پیر پکڑے تو اُسے کوئی اندیشہ نہ ہوا۔ مگر دوسرے ہی لمحے اُس کا سر نیچے لٹک رہا تھا اور محافظ جادُوگر اُسے ٹانگوں سے پکڑے ہوئے زور زور سے چکّر دے رہا تھا۔

ماراں سمجھ گئی کہ بھید کھُل چکا ہے۔ محافظ جادُوگر چکّر دے کر عُمرو کا سر سُرنگ کی دیوار پر مارنا چاہتا ہے۔ اُس نے منتر پڑھ کر محافظ جادُوگر پر پھُونکا۔ زمین نے اُس کے پیر پکڑ لیے۔ عُمرو اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دُور جا گرا۔ اس کے سر پر سخت چوٹ آئی۔ غصّے سے پاگل ہو کر اُس نے خنجر نکالا اور محافظ پر جھپٹ کر اس کے جسم کو چھلنی کر دیا۔ ماراں چیختی رہ گئی کہ ”خواجہ خبردار! اسے ہلاک نہ کرنا۔“

محافظ جادُو گر کے مرنے کا اندھیرا اور شور کچھ دیر میں ختم ہو گیا تو عُمرو نے ماراں سے پوچھا۔ ”تم مجھے اِس موذی کو مارنے سے کیوں روک رہی تھیں؟“

ماراں نے کہا۔ ”خواجہ! آپ نے اسے ہلاک کر کے اچھا نہیں کیا۔ افراسیاب اس وقت باغِ سیب میں ہو گا۔ وہاں ایک درخت ہے۔ مرنے والے جادُو گر کا اس درخت سے خاص تعلّق ہے۔ افراسیاب نے کچھ ایسا کر رکھا ہے کہ اگر کوئی اس جادُو گر کو بے ہوش کرے تو وہ درخت سُوکھ جائے اور اگر کوئی اِسے ہلاک کر دے تو اس میں سے شعلے نکلنے لگیں۔ اب ضرور اِس میں سے شعلے نکل رہے ہوں گے اور افراسیاب کو پتا چل گیا ہو گا کہ اُس کا کوئی دُشمن شہزادہ اسد کے قید خانے تک جانا چاہتا ہے۔

عُمرو کے بھی ہوش اُڑ گئے۔ مگر جلد ہی خود کو سنبھالتے ہوئے بولا۔ ”یہاں سے جس قدر جلد ممکن ہے مجھے قید خانے تک پہنچا دو۔ اب میں افراسیاب کا بہروپ بھر کر چلوں گا۔“

ماراں لوٹ پوٹ کہ پھر اژدہا بن گئی۔ عُمرو اُس کی پیٹھ پر سوار ہو گیا۔ ماراں پوری قوّت سے سرنگ میں دوڑنے لگی۔ عُمرو اس کی پیٹھ پر بیٹھا افراسیاب کا بہروپ بھرتا رہا۔ پَو پھٹنے کے وقت تک ماراں نے عُمرو کو قید خانے کے دروازے پہ پہنچا دیا۔ عُمرو نے ماراں کو شاباش دیتے ہوئے کہا۔ ''بس اب تم یہیں سے واپس چلی جاؤ۔ گھر جا کر مہ رُخ کی چھاؤنی میں پہنچنے کی کوشش کرنا۔ مجھے صرف چند لمحے درکار ہیں۔ افراسیاب ضرور آ رہا ہو گا مگر میں اس سے پہلے ہی قیدیوں کو لے اُڑوں گا۔''

ماراں سُرنگ کے راستے اپنے محل کو جانے کے لیے پلٹی اور عُمرو نے قید خانے کے دروازے پر جا کر نعرہ لگایا۔ ''منم شہنشاہ افراسیاب! دروازہ کھولو۔'' پابندی کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ قید خانے کے محافظ بھاگے ہوئے آئے اور دروازہ کھول کر نقلی افراسیاب کو سجدہ کرنے لگے۔

نقلی افراسیاب نے انہیں شاباش دینے کے ساتھ ساتھ مُٹھّیاں بھر بھر کر موتی دیے اور کہا۔ ''دوسری کوٹھری میں جا کر آپس میں بانٹ لو۔ میں ذرا قیدیوں سے

بات کرتا ہوں۔" سارے محافظ موتی لے کر دوسری کوٹھڑی میں چلے گئے۔

عُمرو قیدیوں کی طرف مُتوجّہ ہوا۔ شہزادہ اسد اور مہ جبین نے اسے افراسیاب سمجھتے ہوئے غصّے کی نظروں سے گھورا۔ عُمرو نے اُنہیں اپنی آنکھ کا تِل دِکھا کر مطمئن کیا، جلدی جلدی اُن کی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں کاٹیں اور دونوں کو بحفاظت کرامتی زنبیل کے اندر رکھ لیا۔ اِسی لمحے قید خانے کے باہر زبردست گڑبڑ محسوس ہوئی۔ اصلی افراسیاب چیختا چنگھاڑتا چلا آرہا تھا۔ عُمرو نے جلدی سے کرامتی چادر اوڑھی اور قید خانے سے نِکل گیا۔

افراسیاب شام ہی سے بڑا چوکس تھا۔ شہر ناپُرساں کی ناکابندی اور قید خانے کے اردگرد تک پہنچنے والے سارے راستوں کی حفاظت کی نگرانی اس نے اپنے ہاتھ میں لے رکھی تھی۔ لاتعداد جادُوگری سردار اس نے محافظوں کی جاسوسی کرنے کے لیے مقرر کر دیئے تھے جو اسے دم دم کی خبریں پہنچا رہے تھے۔

اپنے سارے مصاحبوں، مُشیروں اور وزیروں کو اُس نے کام پر لگا رکھا تھا جس کی

وجہ سے آج پہلی بار وہ باغِ سیب میں تنہا بیٹھا تھا۔ لوگ آتے، رپورٹ دیتے اور ہدایت لے کر چلے جاتے۔ خالی وقت میں اُس سے بات کرنے والا کوئی نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ملکہ اسرار جادُو اس کے پاس پہنچی تو واقعی وہ بہت خُوش ہوا۔

"آؤ ملکہ اسرار!" افراسیاب نے کہا۔ "اپنی نواسی کو نہیں لائیں؟"

"عالی جاہ!" ملکہ اسرار نے کہا۔ "اسے بھی لے آتی تو سُرنگ کی نگرانی کون کرتا۔"

افراسیاب نے جواب دیا "مجھے سرنگ کی طرف سے کوئی فکر نہیں۔ اوّل تو اس تک پہنچنا کسی کے لیے ممکن نہیں اور اگر پہنچ بھی جائے تو ماراں اور سرنگ کے محافظ اُس سے اچھی طرح نپٹ لیں گے۔ تمہارے لیے میرا حکم یہی ہے کہ بیٹھ کر باتیں کرو۔ ساری رات جاگ کر گزارنی ہے۔"

ملکہ اسرار اس کا شکریہ ادا کر کے بیٹھ گئی۔ پھر باتوں میں باتیں جوڑنے کا اُس نے ایسا دلچسپ سلسلہ شروع کیا کہ افراسیاب کسی اور بات کی طرف دھیان ہی نہ

دے سکا۔ البتہ کبھی کبھار اُس درخت پر ضرور نگاہ ڈال لیتا جو سرنگ کے محافظ کی حالت ظاہر کرتا تھا۔

رات کا آخری پہر شروع ہونے تک سب چیزیں ٹھیک ٹھاک دکھائی دے رہی تھیں۔ ملکہ اسرار دل میں یہ سوچ کر خوش ہو رہی تھی کہ عُمرو دوسرے محافظ کو دھوکا دے کر آگے نکل چکا ہو گا۔ افراسیاب سمجھ رہا تھا کہ کسی کو شہزادہ اسد کو چھڑانے کی جرأت ہی نہیں ہو سکتی۔

دفعتاً ایک دھماکے کی آواز آئی۔ سرنگ کے محافظ کی حالت ظاہر کرنے والے درخت میں شعلے بھڑکے اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے جل کر راکھ ہو گیا۔ افراسیاب کے جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا۔ بلکہ اسرار جادُو کو ایک زور دار تھپّڑ مارتے ہوئے وہ گرجا۔ ”نمک حرام! محافظ کو عُمرو کے سوا کوئی ہلاک نہیں کر سکتا اور عُمرو تیری سازش کے بغیر سُرنگ میں نہیں داخل ہو سکتا۔ اب تجھے ایسی عبرت ناک سزا دُوں گا کہ زمین آسمان بھی رونے لگیں گے۔“

ملکہ نے جب دیکھا کہ بھید کھُل چکا ہے اور افراسیاب عُمرو سے پہلے قید خانے پہنچ کر سارا منصوبہ ناکام بنادے گا تو اس نے فیصلہ کیا کہ جتنی دیر ہو سکے افراسیاب کو الجھائے رکھا جائے۔ یہ سوچ کر وہ افراسیاب سے مُقابلے پر اُتر آئی۔ دونوں کے درمیاں جادُو منتر کی خوفناک جنگ ہونے لگی۔ آخر کافی جدوجہد کے بعد افراسیاب اس پر غالب آگیا۔ ملکہ اسرار بے ہوش ہو گئی۔ افراسیاب اُسے پنجے میں داب کر شہر ناپُرساں کی طرف اُڑ کر چلا۔

یہ وہ وقت تھا کہ دوسری طرف سے عُمرو کے شاگرد عیّار اور جادُوگر سردار اُڑن تختوں پر سوار شہر ناپرساں کی طرف چلے آرہے تھے۔ عیّار ملکہ حیرت مُصوّر اور افراسیاب کے دوسرے حمایتیوں کو بے ہوش کر کے اُن کا بہروپ بھر کر چلے تھے اور ملکہ مہ رُخ، بہار، باغبان اور چند دوسرے سرداروں نے ملکہ حیرت اور مُصوّر کے خادموں کا بہروپ بنار کھا تھا۔

افراسیاب کے شہر ناپرساں کے قریب پہنچتے پہنچتے یہ لوگ بھی وہاں پہنچ گئے۔ افراسیاب نے ملکہ حیرت کا اُڑن تخت دیکھا تو ملکہ اسرار کو اُس کی طرف اُچھالتے

ہوئے چیخا۔ ”ملکہ حیرت! لینا اِس نمک حرام کو۔ قید خانے سے پلٹ کر اس کی خبر لوں گا۔“ ملکہ اسرار نقلی حیرت کے تخت پر جا گری۔ افراسیاب قید خانے کی طرف چلا تو نقلی ملکہ حیرت نے ہمراہیوں کی مدد سے اُس کی بے ہوشی دُور کر دی۔

اُدھر عُمرو کرامتی چادر اوڑھے ہوئے گُنبدِ نُور کی بھُول بھلیّوں سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہا تھا اور افراسیاب گُنبد سے باہر نکلنے کے راستوں کو جادُو سے بند کرتا ہوا چپّے چپّے میں اُسے تلاش کر رہا تھا۔ عُمرو باہر نکلنے کے جس دروازے پر پہنچتا اُسے سختی سے بند پاتا۔ تھک ہار کر وہ خاموشی سے افراسیاب کے پیچھے لگ گیا۔

افراسیاب نے گنبد کے اندر عُمرو کا کوئی نشان نہ پایا تو گھبرا کر باہر نکلا اور محافظوں کو عُمرو کو ڈھونڈنے کی ہدایت دینے لگا۔ شہر ناپرساں کے گلی کوچوں اور چاروں طرف کی ناکابندی پہلے ہی سے تھی۔ اب سختی سے ہر شخص کی تلاشی لی جانے لگی۔ مُنہ دُھلوایا جانے لگا کہ اگر بہروپ میں ہو تو راز کھل جائے۔

عُمرو افراسیاب کے پیچھے ہی گُنبدِ نُور سے باہر نِکل چکا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ افراسیاب اس کی کرامتی چادر کے کرشمے سے واقف ہے۔ اس نے سوچا اب مجھے ضرور ظاہر ہو جانا چاہیے ورنہ اگر افراسیاب نے شہر ناپُرساں کے گِرد کوئی طلِسمی حصار قائم کر دیا تو باہر نِکلنا ناممکن ہو جائے گا۔ یہ خیال کر کے محافظوں کے ایک غول کے پیچھے پہنچ کر اُس نے کرامتی چادر زنبیل میں رکھی، خنجر ہاتھ میں سنبھالا اور نعرہ لگایا۔ "منم خواجہ عُمرو۔ جو روک سکے روک لے۔" محافظ جادُو گر اس آواز پر چونکے ہی تھے کہ عُمرو چھلانگ لگا کر اُن پر جھپٹ پڑا۔ آناً فاناً دو جادُو گر خاک و خون میں تڑپنے لگے۔

عُمرو نے شہر ناپُرساں سے باہر جانے والے راستے پر دوڑ لگا دی۔ عین اُسی موقع پر دوسری جانب سے نقلی حیرت اور مُصوِّر وغیرہ کے ساتھیوں نے شہر ناپرساں اور افراسیاب کے محافظوں پر پتھّر کی خوف ناک جادُوئی بارش شروع کر دی۔ افراسیاب اور اُس کے محافظ سمجھے یہی لوگ عُمرو کو لیے جاتے ہیں۔ سب ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ عُمرو اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے شہر

ناپرساں کی حد سے باہر نِکل گیا۔

عُمرو کے حامی جادُوگر اسرار اور عُمرو کے شاگرد عیّار خاصی دیر تک افراسیاب سے لڑتے رہے۔ جب انہیں اندازہ ہو گیا کہ عُمرو وہاں سے نِکل گیا ہو گا تو اندھیرے کے بادل ہر طرف پھیلا کر وہ بھی اپنی چھاؤنی کو چل دیے۔

دھوئیں کے بادل غائب ہونے کے بعد افراسیاب نے آسمان کا جائزہ لیا۔ دُور دُور تک عُمرو کے دوستوں کا پتا نہ تھا۔ وہ سمجھا کہ سب زمین پر اُتر کر شہر ناپُرساں میں کِسی جگہ چھُپ گئے ہیں۔ شہر کی نئے سرے سے ناکا بندی کر کے اُس نے گھر گھر کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ جتنے عرصے وہ اس کام میں الجھا، عُمرو اور اُس کے سارے ساتھی بحفاظت اپنی چھاؤنی میں پہنچ گئے۔ شہر ناپُرساں میں عُمرو اور اُس کے ساتھیوں کا کوئی پتا نہ چلا تو افراسیاب کے چند ماتحت بادشاہ اُس کی ناکامی پر طنز کرنے لگے۔ اِسی عرصے میں اصلی حیرت اور مُصوِّر وغیرہ بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔ افراسیاب نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں اس سارے معاملے کو کھیل سمجھتا رہا مگر اب کچھ لوگ میرا مذاق اڑانے لگے ہیں۔ شاید وہ مجھے

باغیوں اور عیّاروں کے مُقابلے میں کمزور سمجھتے ہیں۔ یہ میری توہین ہے۔ ابھی دکھائے دیتا ہوں کہ میں کتنی طاقت رکھتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ فرّاٹے بھرتا ہوا مہ رُخ کی چھاؤنی کی طرف چل دیا۔ ملکہ حیرت اور ماتحت بادشاہ بھی اُس کے پیچھے ہو لیے۔ مہ رُخ کی بارگاہ میں عُمرو اور باغبان سمیت سارے عیّار اور نامور سردار اکٹھے تھے۔ ابھی عُمرو نے شہزادہ اسد اور ملکہ مہ جبین کو زنبیل سے نہ نکالا تھا کہ افراسیاب اُن کے سر پر آ پہنچا۔ اس نے زور دار نعرہ لگانے کے ساتھ کچھ ایسا جادُو کیا کہ بارگاہ کے اندر موجود ہر شخص مرگی کے دورے میں مُبتلا ہو کر فرش پر تڑپنے لگا اور بارگاہ کے اِرد گرد پڑی ہوئی فوج بے ہوش ہو گئی۔ یہ کام کر کے افراسیاب نے نعرہ لگایا اور ڈُبکی لگا کر زمین کے اندر اُترتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد مہ رُخ کی بارگاہ کے ارد گرد کی زمین سے دُھواں نکلنے لگا۔ دیکھنے والے حیران تھے کہ افراسیاب نے زمین میں ڈبکی کیوں لگائی اور یہ بارگاہ کے چاروں طرف دھواں کیوں اُٹھ رہا ہے۔

ابھی وہ اسی شش و پنج میں مبتلا تھے کہ ایک زور دار تراخے کی آواز کے ساتھ زمین کا وہ ٹکڑا جس پر مہ رُخ کی بارگاہ قائم تھی، آہستہ آہستہ اُوپر کو اُٹھنے لگا۔ پھر چند لمحوں بعد وہ گیند کی طرح آسمان کی سمت اُچھلا اور کوئی دو سو گز آگے زمین سے کوئی آٹھ فٹ اُوپر ٹھہر گیا۔ جس جگہ سے یہ ٹکڑا اچلا تھا وہاں ایک زبردست غار بن گیا تھا لیکن دیکھنے والوں کے بدن میں جس بات سے جھرجھری پیدا ہو گئی وہ یہ تھی کہ زمین کا یہ الگ ہونے والا پہاڑ جتنا ٹکڑا افراسیاب اپنے دونوں ہاتھوں میں اُٹھائے ہوئے تھا۔

"میں اس بوجھ کو شہر ناپُرساں تک اسی طرح لے جاؤں گا۔" افراسیاب نے غرور میں آکر کہا۔ "کیا سامری اور جمشید نے بھی کبھی ایسا کارنامہ کیا تھا؟"

ملکہ حیرت کا کلیجا پھٹا جا رہا تھا۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ جوش کے سبب افراسیاب یہ بوجھ اُٹھائے تو ہوئے ہے مگر زیادہ دیر تک اُسے سنبھالے نہ رہ سکے گا اور اس کی ہڈیاں سُرمہ بن جائیں گی۔ وہ تڑپ کر بولی۔ "بس حضور! یہ بوجھ پھینک دیجیے۔ سب آپ کی طاقت کے قائل ہو چکے ہیں۔"

افراسیاب خود بھی اِس بوجھ سے عاجز آگیا تھا۔ اس نے کوئی منتر پڑھا اور للکارا۔
"اے سامری اور جمشید کے غلامو! حاضر ہو۔"

آناً فاناً آٹھ آٹھ فٹ کے چار طِلسمی پُتلے زمین سے نِکل کر اُس کے سامنے آئے۔ افراسیاب نے اُن سے کہا۔ "یہ بوجھ سنبھالو!" چاروں پُتلے چاروں کونوں پر جا کھڑے ہوئے۔ زمین کا ٹکڑا اُن کے سروں پر ٹک گیا اور افراسیاب نے اپنے ہاتھ نیچے کر لیے۔ پھر پُتلوں سے بولا: "میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ یہاں سے شہر ناپُرساں تک ہم پیدل چلیں گے کہ خلقت بھی یہ تماشا دیکھ لے۔"

اِتّفاق سے اِسی موقع پر شہنشاہ کوکب کے بھیجے ہوئے طِلسمی جاسوس بھی اُدھر آ نکلے۔ یہ منظر دیکھ کر وہ اُلٹے پیروں واپس ہوئے اور جو کچھ دیکھا تھا کوکب کے سامنے بیان کر دیا۔ کوکب تڑپ اُٹھا۔ بے ساختہ اُس کے مُنہ سے نکلا: "میں ابھی جاکے افراسیاب کا زور ٹھکانے لگاتا ہوں۔"

چند ضروری انتظامات کے بعد کوکب روانگی کے لیے تیّار ہو گیا۔ لیکن عین موقع

پہ اُس کے استاد برہمن رُوئیں کا ایک خط اسے ملا۔ لکھا تھا۔ ”خبر دار! اپنے طلسم سے قدم باہر نہ نکالنا یہ وقت تیرے لیے اچھا نہیں ہے۔“

اپنے استاد کے حکم کی خلاف ورزی اُس کے بس کی بات نہیں تھی۔ وہ سوچنے لگا کہ آخر عُمرو کی مدد کے لیے کِسے بھیجا جائے۔ اتنے میں اس کا ایک بھائی اطلس جادُو اُس کے پاس آیا۔ کوکب نے اپنی پریشانی اُس سے بیان کی۔ اس نے کہا۔ ”میرے ہوتے آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں تنہا جا کر افراسیاب سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن عُمرو اور اُس کے ساتھیوں کو بغیر لڑے بھڑے بچا ضُرور سکتا ہوں۔“

کوکب نے اسے مُہم پر جانے کی اجازت دے دی۔ اطلس جادُو نے رُخصت ہو کر منتر پڑھا۔ ایک ناند اُڑتی ہوئی آ کر اُس کے سامنے ٹھہری۔ اطلس اس ناند میں بیٹھ گیا۔ ناند پھُر سے اُڑی اور تیزی سے چکّر کھاتے ہوئے ایک طرف کو جا کر غائب ہو گئی۔

افراسیاب کے جلوس نے شہر ناپُرساں کا آدھا فاصلہ طے کیا ہو گا کہ اطلس جادُو کی نانند اُڑتی ہوئی ملکہ مہ رُخ کی بار گاہ کے اندر جا پُہنچی۔ وہاں سب لوگ مِرگی کے طِلسمی دوروں میں مُبتلا تھے۔ اطلس جادُو نے افراسیاب کا منتر اُتارنے کی کئی کوششیں کیں لیکن کام یاب نہ ہو سکا۔ مجبوراً اس نے سب لوگوں کو اِسی حالت میں اُڑن تختوں پر سوار کیا، اُن کی جگہ بار گاہ میں ان جیسے پُتلے بنا کر رکھ دیے اور احتیاط کے ساتھ سب کو لے کر اُڑتا ہوا دُور ایک پہاڑی درّے میں جا اُترا۔ افراسیاب اور اُس کے ساتھیوں کی اُس طرف پیٹھ تھی۔ اطلس جادُو کی کارروائی کو کوئی نہ دیکھ سکا۔

کچھ دُور اور آگے چلنے کے بعد اچانک افراسیاب کے دل کو کھٹکا ہوا۔ ساتھیوں کو چلتے رہنے کی ہدایت کر کے وہ خُود مُڑ کر بار گاہ میں آیا۔ پہلی نظر میں اُسے سب کچھ پہلے جیسا نظر آیا۔ سارے سردار اور عیّار مِرگی کے دورے میں ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ یہاں سے وہ پلٹا۔ اسی حالت میں ایک سردار کے پُتلے پر اُس کا پیر پڑ گیا۔ پُتلا اُس جگہ سے جہاں اُس کا پاؤں پڑا تھا ٹوٹ گیا۔ افراسیاب نے فوراً کتابِ

سامری کھول کر دیکھی۔ ساری حقیقت اس پر ظاہر ہو گئی۔ وہ جوش میں بھرا ہوا اطلس جادُو کی پناہ گاہ کی جانب اُڑ چلا۔

اطلس عُمرو اور اُس کے ساتھیوں کو ایک جگہ جمع کر کے اُن پر سے افراسیاب کا جادُو اُتارنے کی کوشش کر رہا تھا کہ افراسیاب اس کے سر پر جا پہنچا۔ دونوں کے درمیان زبردست لڑائی شروع ہو گئی۔ آخر میں افراسیاب کا پلڑا بھاری رہا اور اطلس جادُو اُس کے ہاتھوں مارا گیا۔

اطلس کے مرنے سے تاریکی پھیلی تو افراسیاب ایک جگہ کھڑا ہو کر روشنی کا انتظار کرنے لگا۔ اندھیرا چھٹ گیا تو وہ اس درّے کی طرف لپکا جہاں عُمرو اور اس کے ساتھی جادُو کے اثر میں پڑے ہوئے تھے۔ اس درّے کے علاوہ اُس نے پہاڑ کا چپّا چپّا چھان مارا مگر عُمرو اور اُس کے ساتھی اُسے کہیں بھی دکھائی نہ دیے۔ حیران تھا کہ چند لمحے پہلے سب یہاں موجود تھے۔ اچانک غائب کیسے ہو گئے؟ اس نے پھر کتابِ سامری کھولی۔ پتا چلا کہ جس وقت وہ اطلس جادُو سے لڑ رہا تھا ملکہ براں اُس کے قیدیوں کو اُٹھا کر لے گئی اور اب اپنے باغ میں اُن کا جادُو اُتارنے کی

کوشش کر رہی ہے۔

افراسیاب تھوڑی ہی دیر میں ملکہ براں کے سر پر جا پُہنچا۔ ملکہ کے منتر سے قیدیوں کو تھوڑا تھوڑا ہوش آ چلا تھا۔ افراسیاب کو سامنے دیکھ کر ملکہ اُس پر شیرنی کی طرح جھپٹ پڑی۔ دونوں میں سخت مُقابلہ ہوا ملکہ براں افراسیاب کے ایک وار سے بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ افراسیاب چاہتا تھا کہ قیدیوں کو لے کر واپس پلٹے کہ شہنشاہ کوکب للکارتا اس کے سامنے آ گیا۔ دونوں ایک دوسرے کے ہم پلّہ تھے۔ ایسی لڑائی ہوئی کہ زمین آسمان تھرّاتے لگے۔ آخر دونوں زخمی ہو کر لڑکھڑانے لگے۔

اسی لمحے افراسیاب کی نانی ملکہ ماہیان زمین سے نِکلی اور افراسیاب کو لے کر زمین کے اندر غائب ہو گئی۔ کوکب نے موقع پا کر جادُو سے اپنے زخم ٹھیک کیے اور عُمرو اور مہ رُخ وغیرہ پر سے افراسیاب کا جادُو دور کیا۔ عُمرو نے شہزادہ اسد اور مہ جبین کو زنبیل میں سے باہر نکالا۔ انہیں دیکھ کر سب نے خوشی کے نعرے بُلند کیے۔ کوکب نے کہا۔ ”اب طِلسم ہوش رُبا کی تختی کی فکر کرنی چاہیے۔“

کوکب سے رُخصت ہو کر سب لوگ اپنی چھاؤنی میں واپس پہنچے۔ کئی دن تک زبردست جشن منایا گیا۔

طِلسم کی تختی

ملکہ ماہیان افراسیاب کو لے کر سیدھی طِلسمِ ظُلمات پُہنچی، اس کے زخموں کو جادُو سے ٹھیک کیا اور سمجھاتے ہوئے کہنے لگی: ”تجھے تنِ تنہا دُشمن کے مُلک میں جا کر جنگ نہیں کرنی چاہیے تھی۔ بُرا کیا کہ کوکب سے بگاڑ پیدا کیا۔ اس سے بھی زیادہ بُرا یہ ہوا کہ طِلسم کُشا چھُوٹ گیا۔ مگر زیادہ فکر کی بات نہیں۔ وہ لُوح (تختی) کے بغیر تیرا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ اب لوح کہ کسی ایسی جگہ چھپا دے کہ دُشمن کی روح بھی اس تک نہ پہنچ سکے۔

افراسیاب سلام کر کے اُس سے رُخصت ہوا۔ باغِ سیب میں پہنچ کر اس نے طِلسمی تہہ خانے سے لَوحِ نکالی۔ اس جیسی چند دوسری تختیاں جادُو سے بنائیں۔ اس کے بعد نقلی تختیاں تو اس نے اپنے مُشیروں کے ذریعے مختلف علاقوں میں بھجوا کر

محفوظ کرادیں اور خود اصلی تختی کو خفیہ طور پر لے جا کر باغِ سیماب میں طلِسمی گُلدستوں کے نیچے چھپا دیا۔ پھر ایک زبردست جادُوگر کو اس باغ کی حفاظت پر مامور کر کے حکم دیا کہ میر سوا جو بھی اس باغ میں داخل ہونا چاہے، اُسے گرفتار کرلیا جائے۔

یہ انتظام کر کے وہ باغِ سیب میں واپس آگیا اور امیر حمزہ اور شہزادہ اسد کو جنگ میں مشغول رکھنے کے لیے فوجیں بھیجنے لگا۔

ادھر ملکہ مہ رُخ، باغبان، عُمرو اور شہزادہ اسد دُشمنوں سے جنگ کرنے کے ساتھ ساتھ طلِسم کی لوح کا پتا چلانے کی بھی کوشش کرتے رہے۔ انہوں نے ایک ایک کر کے طلِسم کی ساری نقلی لوحیں حاصل کرلیں لیکن اصلی لوح کا پتا نہ چلا سکے۔ آخر میں انہوں نے شہنشاہ کوکب سے مدد چاہی اور اس نے بڑی ترکیبوں سے آخرکار پتا چلا ہی لیا کہ اصلی لوح باغِ سیماب میں چھپائی گئی ہے۔

یہ راز معلوم ہونے پر سب نے آپس میں مشورہ کیا۔ طے پایا کہ ملکہ مہ رُخ

دُشمنوں سے جنگ کرتی رہے اور عُمرو، اسد، باغبان، بہار اور مخمُور باغِ سیماب پہنچ کرہ لوح کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

وقتِ مُقرّرہ پر یہ لوگ ایک ایک کر کے اپنی چھاؤنی سے نِکلے اور بھیس بدل کر باغِ سیماب کی طرف چل دیے۔ ہر ایک کے نقلی پُتلے بدستور چھاؤنی میں رہے۔ ملکہ مہ رُخ کے سوا کسی کو بھی یہ بات معلوم نہ ہو سکی کہ یہ لوگ کب، کہاں اور کِس ارادے سے گئے ہیں!

طرح طرح کی مُصیبتیں اُٹھاتے اور دیس دیس کا پانی پیتے آخر وہ باغِ سیماب جا پہنچے۔ محافظ جادُوگر کو انہوں نے دھوکا دینے کی بڑی کوششیں کیں لیکن کوئی ترکیب کامیاب نہ ہو سکی۔ آخر ایک دن سب نے مل کر اُس پر حملہ کر دیا۔ باغ کا محافظ جادُوگر اُن سے برتر تھا۔ شدید مُقابلے کے بعد اُس نے ان کو گرفتار کر لیا مگر عین موقع پر شہنشاہ کوکب نے پہنچ کر اُس جادُوگر کو ہلاک کر کے انہیں رہائی دلائی۔ لیکن قبل اس کے کہ شہزادہ اسد طلِسمی گُل دستے کے نیچے سے اصلی لوح نِکالتا، افراسیاب وہاں جا پہنچا اور جان کی بازی لگا کہ لوح نکال لے گیا۔

اس واقعے کے بعد افراسیاب نے اپنے خیر خواہوں کو طلب کر کے مشورہ کیا۔ سب نے ایک رائے ہو کر کہا کہ سامری کے پوتے شہنشاہ داؤد سے زیادہ لوح کی حفاظت اور کوئی نہیں کر سکتا۔ داؤد اتنا بڑا جادُو گر تھا کہ افراسیاب جیسے کتنے ہی دوسرے بڑے بڑے شہنشاہ اس کے آگے سر جھُکاتے تھے اور وہ طاقت کے بل بوتے پر اپنے ملک میں خُدائی کا دعویٰ کرتا تھا۔

افراسیاب نے قاصد کے ذریعے داؤد سے طِلسم کی لوح قبُول کرنے کی درخواست کی۔ اس نے ہامی بھر لی تو افراسیاب عیّارنوں اور مُشیروں کے ساتھ لوح لے کر اس کے پاس روانہ ہو گیا۔ شہنشاہ کوکب کو یہ بات معلوم ہو گئی۔ اس نے شہزادہ اسد کو خبر کر دی۔

اس مرتبہ خواجہ عُمرو نے بیڑا اُٹھایا کہ میں لوح حاصل کر لوں گا۔ وہ بھی عیّاروں کو لے کر اِس مہم پر روانہ ہو گئے۔ راستے میں ان کی افراسیاب کے قافلے سے مُڈ بھیڑ ہو گئی۔ انہوں نے افراسیاب کو دھوکا دینے کی کئی کوششیں کیں لیکن صرصر اور صبار فتار عیّارنوں نے ان کی ایک نہ چلنے دی۔

تھک ہار کر عُمرو نے اپنے شاگردوں سے کہا۔ "یہ کم بخت عیّار نیں ہماری دال نہیں گلنے دیتیں۔ بہتر یہ ہے کہ ہم قافلے کو چھوڑ کر اُس سے پہلے شہنشاہ داؤد کے پاس پہنچ جائیں۔وہیں کوئی عیّاری کام دے سکتی ہے۔"

شاگردوں نے کہا۔ "استاد! ہم ان عیّارنوں کو نیچا دکھائے بغیر افراسیاب کے قافلے کو نہ چھوڑیں گے۔ آخر بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی ایک نہ ایک دن ضرور چھُری کے نیچے آئے گی۔"

اس بات چیت کے بعد اُستاد شاگرد ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ عُمرو داؤد کے شہر چلا گیا۔اس کے شاگرد بھیس بدل کر افراسیاب کے ساتھ لگے رہے۔

افراسیاب لوح کو لیے ہوئے داؤد کے شہر جا پہنچا۔شہنشاہ داؤد نے اسے ایک ہفتے کے بعد دربار میں پیش ہونے کی اجازت دے دی۔ عُمرو اور اس کے شاگردوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ شہنشاہ داؤد کو لوح مل گئی تو وہ اسے کسی ایسے ستارے میں محفوظ کرا دے گا جس تک کِسی انسان کی پہنچ نہ ہو سکے گی۔ انہوں نے سر توڑ

کوششیں کر ڈالیں مگر وہ افراسیاب کے قبضے سے لوح حاصل نہ کر سکے حتیٰ کہ مُقررّہ دن افراسیاب مع مُشیروں اور عیّارنوں کے شہنشاہ داؤد کے دربار میں پیش ہو گیا۔

شہنشاہ داؤد بڑی شان و شوکت کے ساتھ اپنے تخت پر بیٹھا تھا۔ بڑے بڑے بادشاہ اور سردار دربار میں موجود تھے مگر داؤد کا رُعب اتنا تھا کہ کسی کو آنکھ اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھنے کی ہمّت نہ ہوتی تھی۔ البتّہ افراسیاب کی عیّارن صرصر اور صبا رفتار، بار بار نگاہیں بچا کر شہنشاہ کو دیکھتیں اور اسی طرح شہنشاہ بھی چوری چوری عیّارنوں پر نگاہ ڈالتا رہتا۔ ایسا لگتا تھا کہ داؤد اور عیّارنیں دونوں ہی ایک دوسرے سے نگاہیں چُرا رہے ہیں اور شاید کچھ پریشانی بھی محسوس کر رہے ہیں۔

آخر داؤد نے افراسیاب کو اشارہ کیا۔ وہ اُٹھ کر تخت کے قریب گیا اور نذرانے پیش کرنے کے بعد ہاتھ جوڑ کر عرض کیا:

"زمین اور آسمان پر حضور کا حکم ہمیشہ جاری رہے۔ دُشمن مجھے اور میرے طِلسم کو

مٹانے پر تُلا ہوا ہے تا کہ حضور کے بزرگوں کا نام میرے طلِسم سے مٹا دیا جائے۔ اب یہ لوح لے کر حاضر ہوا ہوں۔ دُشمن اس کے بغیر میرا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ طلِسم کُشا اور اس کے عیّار اسے حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ یہاں بھی موجود ہوں، مہربانی فرما کر یہ لوح مجھ سے لے لیجیے اور ایسی جگہ محفوظ کر دیجیے کہ عیّاروں کو اِس کی بھنک بھی نہ پڑ سکے۔ ورنہ حضُور۔۔۔۔!"

داؤد غضب ناک ہو کر بولا۔ "افراسیاب! کیا تو مابدولت کو دُشمن کے عیّاروں سے مرعوب کرنا چاہتا ہے؟"

افراسیاب کانپ اُٹھا۔ بولا۔ "نہیں عالی جاہ! میں صرف احتیاط کی غرض سے اُن کا ذکر کر رہا تھا۔"

اس گفتگو کے دوران بھی داؤد عیّارنوں سے اور عیّارنیں داؤد سے گھبراہٹ محسوس کرتی رہیں۔ ایک بار ایسا ہوا کہ داؤد کی نگاہ صرصر اور صبار فتار کی نگاہوں

سے ٹکرا گئی۔ آنکھیں لڑ جانے کے بعد دونوں ایک دوسرے کو غور سے دیکھنے لگے۔ پہلے پل دونوں کے چہروں پر گھبراہٹ کے آثار دکھائی دیئے مگر پھر اِطمینان اور خُوشی کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں جیسے تینوں کو کسی اندیشے سے نجات مل گئی ہے۔

عیّارنوں سے مطمئن ہو کر داؤد نے افراسیاب سے طلِسم کی لوح لے لی۔ افراسیاب سلام کر کے اپنی جگہ پر بیٹھنے کے لیے پیچھے ہٹا تو داؤد بولا۔ "ٹھہرو! کتابِ سامری بھی مُجھے دے دو۔"

یہ سُنتے ہی افراسیاب کا دل دھڑک اُٹھا۔ اس نے سوالیہ نگاہوں سے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا تو سب نے اشارہ کیا کہ کتابِ سامری دینے میں کوئی ہرج نہیں۔ناچار افراسیاب نے کتاب جیب سے نکال کر داؤد کو پیش کر دی۔

داؤد نے کہا۔ "تیری بد نصیبی اس درجے تک پہنچ چکی ہے کہ تُو مابدولت پر بھی شک کرتا ہے۔ خیر تو مصیبت میں ہے اور مصیبت آدمی کا خانہ خراب کر دیتی

ہے۔ کتاب میں نے اس لیے لی ہے کہ اس پر ایسا عمل کروں گا جس سے تُجھے آنے والے واقعات اور خطرات کا بھی پتا چل سکے۔ اپنی جگہ جا کر بیٹھے۔ ابھی عمل کر کے کتاب تُجھے واپس کیے دیتا ہوں۔"

افراسیاب اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا۔ اُدھر داؤد تخت سے اُٹھ کر شاہی حُجرے میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہاں سے ایسی حالت میں واپس آیا کہ دم پھُولا ہوا تھا اور چہرہ پسینے سے تر تھا۔ کچھ دیر وہ اپنی حالت سنبھالتا رہا پھر افراسیاب کو قریب بُلا کر کہنے لگا۔ میں نے کتاب پر عمل کر دیا ہے مگر تین دن تک اِسے ہوا نہ لگنی چاہیے۔ میں نے اسے مومی لفافے میں بند کر دیا ہے۔ تین دن سے پہلے لفافہ نہ چاک کرنا۔"

افراسیاب نے مومی لفافہ لے کر رکھ لیا اور ملک واپس جانے کی اجازت چاہی۔ داؤد نے کہا: "بے شک تو اپنے ملک کو واپس جا فِکر سے آزاد ہو جا۔ دُشمن اب تیرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔"

اتنا کہہ کر وہ اُس کے ساتھیوں کی طرف متوجّہ ہوا۔ "تم میں سے اگر کوئی کُچھ

دنوں یہاں رہ کر برکت حاصل کرنا چاہے تو افراسیاب سے اجازت لے کہ یہاں ٹھہر جائے۔"

صرصر اور صبار فتار آگے بڑھ کر افراسیاب سے کہنے لگیں۔"حضور! اجازت دیں تو چند دنوں یہاں رہ جائیں۔ برکت حاصل کر کے فوری خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔"

افراسیاب انہیں اجازت دے کر اور داؤد سے رُخصت ہو کر طلِسم ہوش رُبا کی طرف روانہ ہو گیا۔ باہر سے وہ ہر طرح مطمئن دکھائی دیتا تھا مگر اندر سے رہ رہ کر اُس کا دل ہول کھا رہا تھا۔ کئی باتیں اُس کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹک رہی تھیں۔ ایک یہ کہ اُسے تین دن تک کتاب سامری نہ دیکھنے کی تاکید کی گئی تھی۔ دوسری بات یہ کہ عیّارنوں کو روک لیا گیا تھا اور تیسری پریشان کرنے والی بات یہ تھی کہ عُمرو اور اُس کے شاگرد اتنے وقت آدھے راستے سے جو غائب ہوئے تو کہیں نہ دکھائی دیے۔

ان سب باتوں کا صحیح جواب جاننے کے لیے سوائے کتابِ سامری کے اُس کے پاس اور کوئی ذریعہ نہ تھا لیکن جب بھی وہ داؤد کا دیا ہوا مومی لفافہ کھولنے کا ارادہ کرتا، اس کے ساتھی اُسے روک دیتے، اِسی کشمکش میں دو دن گُزر گئے اور وہ سفر کرتے ہوئے کوہِ بِلّور تک جا پہنچا۔ وہاں اس سے ضبط نہ ہو سکا۔ داؤد کی ہدایت کے مطابق ایک رات اور ایک دن ابھی اور باقی تھا، مگر مُشیروں کے منع کرنے کے باوجود اس نے مومی لفافہ چاک کر کے کتابِ سامری کھول لی۔ عام طور پر کھُلنے والے صفحے پر اس کے سوال کا جواب لکھا ملتا تھا مگر اس مرتبہ سادہ ورق اُس کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ اس نے دوسرا پھر تیسرا پھر چوتھا ورق اُلٹا۔ ہر ورق سادہ تھا۔ مُشیروں پر اس نے یہ بات ظاہر کی تو سب کہنے لگے۔ ”شہنشاہ داؤد کی بات کی خلاف ورزی کرنے سے کتاب اپنی تاثیر کھو بیٹھی ہے۔“

افراسیاب نے یہ سُن کر چند ورق اور اُلٹے اور پھر ایک صفحے پر اُس کی نگاہیں اٹک کر رہ گئیں۔ اس پر جو عبارت لکھی ہوئی تھی، اُسے پڑھ کر اُس نے اپنا سر پیٹ لیا۔ مُشیروں نے سبب پوچھا تو وہ تڑپ کر بولا۔ ”غضب ہو گیا۔ شہنشاہ داؤد کا

بھیس بھر کر عُمرو نے میری آنکھوں میں دھول جھونک دی۔ لوح بھی لے لی اور کتابِ سامری بھی تباہ کر دی۔ اب جلد کوئی میری نانی ملکہ ماہیان کے پاس جائے اور اوراقِ جمشید لے کر آئے تاکہ اصل حقیقت معلوم کروں۔"

ایک مُشیر اُڑتا ہوا گیا اور اوراقِ جمشید لے کر واپس ہوا۔ افراسیاب نے جلدی سے کوئی منتر پڑھ کر ایک ورق پر پھُونکا۔ فی الفور اس پر یہ عبارت ظاہر ہوئی۔ "تیری عیّارنیں قریبی جنگل میں ایک درخت سے بندھی ہوئی ہیں۔ داؤد کے پاس جاتے وقت عُمرو کے شاگرد عیّاروں نے اُنہیں غائب کر دیا تھا اور اُن کا بھیس بھر کر تیرے ساتھ ہو لیے تھے۔ عُمرو نے داؤد کا بھیس بنا کر تُجھ سے لوح اور کتابِ سامری لے لی۔ اصلی کتاب جلا دی اور نقلی تُجھے دے دی۔ عُمرو اور اُس کے شاگرد اپنی چھاؤنی میں پہنچ چکے ہیں اور لوح طلِسم کُشا کے حوالے کی جا چکی ہے۔ لیکن مُہرے کے بغیر لوح اس کے کام نہ آئے گی اور مُہرہ دریائے نیل میں ہے۔ یا تو لوح طلِسم کُشا سے واپس لے یا اُسے دریائے نیل تک نہ پہنچنے دے۔"

اب افراسیاب کی سمجھ میں آیا کہ نقلی عیّارنیں شروع میں داؤد سے اس لیے گھبرا

رہی تھیں کہ کہیں وہ اُن کی اصلیت نہ جان لے اور بعد میں وہ اس لیے بے فکر ہو گئی تھیں کہ انہوں نے نقلی داؤد کی اصلیت جان لی تھی۔

افراسیاب نے مُشیروں کو حکم دیا کہ وہ جنگل میں جا کر عیّارنوں کو ڈھونڈ لائیں۔ جادُوگر مُشیروں نے تھوڑی ہی دیر میں اُنہیں ڈھونڈ نکالا اور افراسیاب سب کو ساتھ لے کر اپنی نانی ملکہ ماہیان کے پاس جا پہنچا۔

ماہیان نے جو افراسیاب سے سارا حال سُنا تو اپنا سر پیٹ لیا اور کہا۔ "طلِسم کُشا کو دریائے نیل تک پہنچنے سے زیادہ عرصے تک روکنا تیرے لیے مشکل ہو گا کیونکہ لوح کی وجہ سے تیرا جادُو طلِسم کُشا پر اثر نہ کر سکے گا۔ بہتر یہ ہے کہ جس طرح بن پڑے، لوح کو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ میری رائے میں یہ کام تیری عیّارنیں بہتر طور پر کر سکیں گی۔"

اس پر صرصر اور صبا رفتار اُٹھ کھڑی ہوئیں اور انہوں نے ہاتھ باندھ کر ماہیان اور افراسیاب سے کہا۔ "ہم لوح کو ہر قیمت پر حاصل کر کے دِکھا دیں گے۔

صرف اتنا حکم کیجیے کہ ہمیں جلد سے جلد دُشمن کی چھاؤنی کے قریب پہنچوا دیجیے کہ اپنے پیروں وہاں تک جانے میں ہمیں خاصی مدّت لگے گی۔ اور ہم جادُو نہیں جانتیں کہ اُڑ کر وہاں پہنچیں۔

کچھ دیر بات چیت کرنے کے بعد افراسیاب ملکہ ماہیان سے رُخصت ہوا اور عیّارنوں اور مُشیروں کو ساتھ لے کر اُڑتا ہوا ملکہ مہ رُخ کی چھاؤنی کے قریب ایک پہاڑ پر جا پہنچا۔ وہاں سے صرصر مہ رُخ کی چھاؤنی کی طرف چل دی۔ افراسیاب اور اس کے ہمراہی وہیں رُک کر اُس کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔

یہ وہ رات تھی جس کی صبح شہزادہ اسد کو لوح کے مُہرے کی تلاش میں دریائے نیل کو روانہ ہونا تھا۔ مہ رُخ کی چھاؤنی میں کُوچ کی تیّاریاں ہو رہی تھیں۔ خواجہ عُمرو کو اندیشہ تھا کہ افراسیاب لوح واپس لینے کی ضرور کوشش کرے گا۔ احتیاط کے طور پر خواجہ نے ہر طرف سخت پہرا لگا دیا تھا اور اپنے شاگردوں سمیت خود بھی بڑی ہوشیاری سے چپّے چپّے کی نگرانی کر رہے تھے۔

صرصر نے قریب پہنچ کر ان انتظامات کا جائزہ لیا تو پہرے داروں اور عیّاروں سے بچ کے اندر پہنچنا اُسے سخت مُشکل محسوس ہوا مگر اس نے بھی آج اپنے سارے ہُنر آزمانے اور جان پر کھیل جانے کا عزم کر رکھا تھا۔ وہ شہزادہ اسد کے خدمت گار کا بہروپ بھر کر عیّاروں سے بچتی ہوئی چھاؤنی میں داخل ہو گئی اور پہرے داروں کو بے وقوف بنا کر ملکہ مہ جبیں کی بار گاہ میں جا پہنچی۔ وہاں اُس نے بڑی ترکیب سے کہ مہ جبیں کی ایک خواص کو غائب کر کے اس کا بہروپ بنایا اور اس کے بعد موقع پا کر ملکہ مہ جبیں کو بے ہوش کر کے خود ملکہ مہ جبیں بن بیٹھی۔

کُچھ دیر بعد شہزادہ اسد وہاں پہنچا اور دونوں میاں بیوی کھا پی کر آرام کرنے کے لیے جلد ہی اپنی خوابگاہ میں چلے گئے۔ وہاں نقلی مہ جبیں نے شہزادہ اسد کو بے ہوش کر کے اُس کے گلے میں پڑی ہوئی طِلسم کی لوح نکال لی۔

یہ محض اتفاق تھا کہ صرصر چھاؤنی سے باہر نکل کر افراسیاب کی سمت دوڑی تو اُس کی آہٹ پا کر خواجہ عُمرو بھی اُس کے پیچھے ہو لیے۔ انہیں وہم بھی نہ تھا کہ یہ

بھاگنے والی صرصر ہے اور لوح لے کر بھاگی جا رہی ہے۔ چونکہ وہ دوڑ میں بہت تیز تھے اس لیے جلد ہی صرصر کے پیچھے جا پہنچے اور صرصر کو پہچان لینے کے بعد بولے۔ "بی صرصر! اتنی بدحواسی کی کیا ضرورت ہے۔ مُنہ تو دِکھاتی جاؤ۔"

صرصر نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اور تیزی سے دوڑنے لگی۔ آخر خاصی دیر بعد عُمرو صرصر کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن وہ مقام بالکل نزدیک آیا تھا جہاں افراسیاب اپنے مُشیروں کے ساتھ بیٹھا صرصر کا انتظار کر رہا تھا۔ خود کو عُمرو کے پنجے میں آتا دیکھ کر صرصر چِلاّئی۔ "شہنشاہ بچایئے! عُمرو مجھے پکڑ رہا ہے۔" افراسیاب پہلے ہی چوکنا تھا۔ صرصر کی آواز سُنتے ہی اُڑا اور اُسے بچا لے گیا۔ اب جا کر عُمرو کا ماتھا ٹھنکا کہ صرصر چھاؤنی میں کوئی نہ کوئی حرکت کر کے آئی ہے۔ وہ ایک ایسی چٹان کے پیچھے جا چھپا جہاں سے افراسیاب اور اُس کے مشیر نظر بھی آتے تھے اور ان کی باتیں بھی سُنی جا سکتی تھیں۔

افراسیاب نے اپنی نشست کے قریب پہنچ کر صرصر کو آہستہ سے فرش پر چھوڑ دیا۔ صرصر کا سانس پھُولا ہوا تھا۔ کچھ دیر وہ اپنا سانس درست کرتی رہی اور جب

ذرا حالت کچھ سنبھلی تو رُک رُک کہ کہا۔ ”حضور کے اقبال سے میں کامیاب واپس آئی ہوں۔“ یہ کہہ کر اُس نے لوح نکال کر افراسیاب کے سامنے رکھ دی۔ عُمرو کا کلیجہ دھک سے ہو گیا۔ اس کے جی میں آئی کہ عیّاری کی چادر اُوڑھ کر جھپٹا ماروں مگر یہ سوچ کر رُک گیا کہ ضروری نہیں کہ مجھ سے افراسیاب کی مُٹھّی کھُل جائے۔

خواجہ عُمرو اِسی شش و پنج میں تھے کہ افراسیاب نے کوئی منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ تڑاخ کی آواز کے ساتھ زمین پھٹی اور ایک بہت بڑا بیل مُنہ کھولے افراسیاب کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ افراسیاب نے بیل سے کوئی بات کی۔ بیل نے گردن ہلا کر جواب دیا۔ افراسیاب نے لوح اُٹھا کر بیل کے مُنہ میں ڈال دی۔ بیل لوح کو نِگل گیا اور اُچھلتا کودتا زمین میں گھُس کر غائب ہو گیا۔

افراسیاب نے اپنے مُشیروں سے کہا۔ ”اب میں نے لوح کو ایسی جگہ محفوظ کر دیا ہے کہ طلِسم کُشا یا عُمرو اُس کی بو بھی نہیں پا سکتے۔ چلو اب باغِ سیب میں جا کر جشن منائیں۔“

یہ کہہ کر افراسیاب مُشیروں اور عیّارنوں کو اُڑن تخت پر بٹھا کر باغِ سیب کی طرف روانہ ہو گیا۔ عُمرو کے بدن کا سارا خُون خُشک ہو گیا۔ اداس چہرے اور دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ وہ اپنی چھاؤنی میں واپس آیا۔ اُس کی زبانی جس جس کو یہ حال معلوم ہوا اپنی جگہ حیران و پریشان ہو کر رہ گیا۔

اسد، مہ جبیں، مہ رُخ، بہار، مخمُور، عُمرو اور دوسرے سرداروں نے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ خاصی بحث کے بعد ہر ایک نے یہی رائے دی کہ ملکہ بُرّاں اور شہنشاہ کوکب کو خبر کی جائے اور اُن سے یہ معلوم کیا جائے کہ وہ بیل جو لوح نِگل کر غائب ہو گیا، کون تھا اور لوح کو کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے؟ چنانچہ فوراً ہی ایک طلِسمی قاصد شہنشاہ کوکب کے پاس بھیج دیا گیا۔ کوکب نے بڑا زور مارا، ہر طرح کے جتن کیے مگر معلوم نہ ہو سکا کہ لوح کہاں ہے اور کِس طرح حاصِل کی جا سکتی ہے۔

عُمرو اور اسد کا دل ٹوٹ گیا مگر مہ جبیں نے اسد سے کہا۔ "آپ کِسی غار میں جا کر خُدا کی عبادت کیجیے اگر ہم حق پر ہیں تو خدا کِسی نہ کِسی بہانے ہماری مدد کرے

گا۔"

شہزادہ اسد روزانہ ایک قریبی غار میں جا کر عبادت کرتا۔ صبح سے شام تک وہیں رہتا اور سورج غروب ہونے پر واپس چھاؤنی میں آجاتا۔

ایک دن عبادت کرتے کرتے اُس کی آنکھ لگ گئی۔ اُسی لمحے کہیں سے آواز آئی۔ "اے اسد! لوح جس بیل کے پیٹ میں محفوظ ہے وہ روزانہ صبح کے وقت بیابانِ زعفران کے تالاب میں پانی پینے آتا ہے۔ مگر دو طلِسم فتح کیے بغیر اس مقام تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ ان طلِسموں تک پہنچنے کا راستہ کرہِ بِلّور کی بڑی چٹّان کے پیچھے ملے گا۔" یہ سُن کر شہزادہ اسد نے آنکھیں کھول دیں۔ اِدھر اُدھر دیکھا۔ کہیں کوئی نظر نہ آیا۔ سمجھا غیبی آواز تھی۔ وہاں سے اُٹھ کر چھاؤنی آیا۔ راز داروں کو جمع کر کے جو کچھ سُنا تھا بیان کیا۔ سب نے ایک رائے ہو کر کہا۔ "غیبی آواز برحق ہے۔ بیابانِ زعفران پہنچنے کی فکر کرنی چاہیے۔"

عُمرو اور اُس کے شاگرد، شہزادہ اسد، باغبان، بہار اور مخمُور خُفیہ طور پر وہاں سے

روانہ ہو گئے۔ انہوں نے مہ رُخ اور اپنی شکل کے پُتلوں کو وہیں رہنے دیا کہ دُشمنوں کو خبر نہ ہو لیکن اتنا ضرور کیا کہ کوکب اور بُرّاں کو خط کے ذریعے سارے حال سے آگاہ کر دیا۔

ہفتوں کا سفر دِنوں میں طے کرتے، راہ کی تکلیفیں برداشت کرتے اور افراسیاب کے آدمیوں کو دھوکا دیتے وہ کوہِ بلّور جا پہنچے۔ وہاں انہیں بڑی چٹّان کو ڈھونڈ کر سُرنگ میں داخل ہونے میں دیر نہ لگی۔ اس کے بعد قدم قدم پر اُنہیں زبردست حادثے پیش آئے لیکن کہیں عُمرو کی عیّاری نے کام بنایا کہیں شہزادہ اسد کی بہادری نے مشکل آسان کی اور کہیں ملکہ بہار، مخمُور اور باغبان کی جادُوگری نے کھیل دکھایا۔ اور جہاں یہ سب ناکام ہوتے وہاں کوکب اور ملکہ بُرّاں اُن کی مدد کو آ پہنچتی۔ اس طرح صدہا خطرناک اور نازک مرحلوں سے گُزر کر وہ افراسیاب کے دونوں طلِسم برباد کرنے میں کام یاب ہو گئے۔

آخری طلِسم کی تباہی سے جو قیامت برپا ہوئی، اس نے ان سب کو ایک دوسرے سے جُدا کر دیا۔ اسی حالت میں شہزادہ اسد بیابانِ زعفران میں جا نِکلا۔ غیبی آواز

کے مطابق اسے ایک مقام بے حد موزوں نظر آیا۔ وہیں درختوں کی اوٹ میں چھُپ کر وہ طِلسمی بیل کا اِنتظار کرنے لگا۔ رات گُزر گئی۔ صبح کو نُور کا تڑکا ہوا تو ایک جانب سے اُسے بھد بھد کی آواز سنائی دی۔ وہ تیر کو کمان میں جوڑ کر تیّار ہو بیٹھا۔ چند لمحوں بعد ایک اُونچی جھاڑی کی اوٹ سے ایک بہت بڑا بیل مُنہ کھولے آگے بڑھا اور تالاب کی طرف بڑھنے لگا۔ جیسے ہی وہ نشانے پر آیا شہزادہ اسد نے کمان کھینچ کر تیر چھوڑ دیا۔ دوسرے ہی لمحے بیل خوف ناک آواز میں ڈکرایا اور بُری طرح اُچھل کود کرنے لگا۔ تیر اُس کے حلق میں سے ہو کر گردن کے پار نِکل گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ شہزادہ اسد خنجر لے کہ اُس پر جھپٹا۔ پیٹ چاک کر کے لوح نکالی اور خدا کا شُکر ادا کرنے لگا۔ اس کا دل خوشی سے پھُولا پر سما رہا تھا۔ لوح کو جیب میں رکھ کر ساتھیوں کو ڈھونڈنے کے لیے چل کھڑا ہوا۔

ابھی تھوڑی ہی دور گیا ہو گا کہ ایک جانب سے آواز آئی۔ ”بیٹا اسد! کامیابی مبارک ہو!“

اسد کے بدن میں یہ سُنتے ہی سنسنی دوڑ گئی۔ بالکل ویسی ہی آواز تھی جیسی اُس نے غار میں سُنی تھی۔ وہ آواز کی طرف لپکا۔ چند قدم کے فاصلے پر ایک تناور درخت تھا، آواز اُسی جانب سے آئی تھی۔ بیچ کی جھاڑی پار کر کے جو نہی وہاں پہنچا، نورانی شکل کے ایک سفید درویش بزرگ ہاتھ میں لمبی سی تسبیح لیے مُصلّے پر بیٹھے نظر آئے۔ بزرگ کے لبوں پر ہلکی سی مُسکراہٹ تھی اور وہ بڑی پیار بھری نظروں سے اُس کو دیکھ رہے تھے۔ اسد کی نگاہیں اُن سے چار ہوئیں تو وہ بولے۔ ”آؤ بیٹا! میں تمہارا ہی اِنتظار کر رہا تھا۔“

اسد نے آگے بڑھ کر بڑی عقیدت کے ساتھ ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور سامنے زمین پر دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔

بزرگ نے کہا:

”طِلسمی بیل کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے لوح ناپاک ہو گئی ہے۔ مجھے دو کہ میں پاک کر دوں۔ اب اس کے بعد یہاں سے روانہ ہو جانا سامنے والی بڑی ٹیکری کے

پیچھے تمہارے ساتھی بھی مل جائیں گے۔"

ایک دفعہ تو شہزادہ اسد کے دل میں آئی کہ لوح نہ دے مگر پھر بے دریغ اُس نے لوح نکال کر بزرگ کے ہاتھ میں دے دی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ جس بزرگ کی غیبی آواز نے اُسے لوح کا پتا بتایا تھا وہی ہیں۔ اُن سے اندیشہ کرنا مناسب نہیں۔

اس شخص نے لوح کو اسد سے لیتے ہی اپنی جھولی میں ڈال لیا۔ پھر کچھ پڑھ کر اپنے چہرے کے سامنے اُوپر نیچے ہاتھ ہلایا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا حُلیہ اور لباس بالکل تبدیل ہو گیا اور نورانی سفید پوش بزرگ کی بجائے ایک شیطان صورت جادُوگر شہزادے کی نِگاہوں کے سامنے تھا۔ وہ شخص قہقہہ مار کر بولا:

"نادان لڑکے! اب لوح کبھی تُجھے نہ مل سکے گی۔ میرا نام مکّار جادُو ہے۔ افراسیاب کی جانب سے طِلسمی بیل کی حفاظت میرے ذمّے تھی۔ میں بیل کو تو نہ بچا سکا لیکن لوح تجھ سے لے لی۔"

یہ کہتے ہی مکّار جادُو تڑپ کر اُوپر اُڑا۔ شہزادہ اسد نے ترکش اور کمان سنبھال کر

تیروں کی بارش کر دی۔ کئی تیر اُس کے پیروں اور بازوؤں میں ترازو ہو گئے۔ وہ غصّے میں ڈبکی لگاتے ہوئے چنگھاڑا:

"اب تجھے بھی پکڑ کر افراسیاب کے پاس لے جاؤں گا۔ یاد رکھ! تیرے تِیر مجُھے زخمی کر سکتے ہیں ہلاک نہیں کر سکتے۔"

شہزادہ اسد نے چاہا کہ تلوار کھینچ کر مکّار جادُو کا کام تمام کر دے مگر اُس کا ہاتھ تلوار کے قبضے پر تھا کہ مکّار اُسے دبوچ کر لے اُڑا۔ اِتّفاق سے تھوڑے ہی فاصلے پر باغبان شہزادے کو ڈھونڈتا پھِر رہا تھا۔ مکّار جادُو شہزادے کو لیے ہوئے آسمان پر بُلند ہوا تو اُس کی نگاہ پڑ گئی۔

وہ بھی مکّار جادُو کے تعاقب میں بُلند ہوا۔ مکّار نے اُسے دیکھا تو تیزی کے ساتھ آسمان پر اُٹھتا چلا گیا۔ کئی میل اُوپر جانے کے بعد جب اُس نے دیکھا کہ باغبان پیچھا نہ چھوڑے گا اور ایسا نہ ہو کہ اس کے ساتھ لوح بھی ہاتھ سے جاتی رہے تو اس نے شہزادے کو چھوڑ دیا۔ شہزادہ تیزی سے زمین کی طرف گرنے لگا۔

باغبان ڈرا کہ کہیں زمین ِگر کر وہ ہلاک نہ ہو جائے۔ مکّار جادُو کا پیچھا چھوڑ کر وہ شہزادے کی طرف لپکا اور زمین پر ِگرنے سے پہلے اُسے تھام لیا۔ شہزادہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ باغبان اُسے آہستہ سے زمین پر اُتار کر ہوش میں لانے لگا۔ کچھ دیر میں شہزادے نے آنکھیں کھول دیں۔ باغبان کو سامنے پا کر وہ چیخ پڑا۔ میری پروانہ کرو۔ مکّار جادُو کو پکڑو وہ مجھ سے لوح لے گیا ہے۔"

باغبان کے پیروں کے نیچے سے جیسے زمین نِکل گئی۔ جس لوح کے لیے اُنہوں نے اتنی مصیبتیں اور تکلیفیں سہی تھیں، وہ ہاتھ میں آ کر پھر چھن چکی تھی۔ غصّے سے پاگل ہو کر وہ سیدھا آسمان کی طرف اُڑتا چلا گیا۔۔۔ مگر اب وہاں کیا رکھا تھا۔ باغبان دیوانوں کی طرح آسمان میں اِدھر اُدھر اُڑتا پھرا مگر مکّار کی کہیں جھلک بھی نہ دکھائی دی۔ تھک ہار کر نیچے آیا۔ اتنی دیر میں دوسرے ساتھی بھی شہزادہ اسد کے پاس جمع ہو چکے تھے۔ سب پھر افسوس کرتے وہاں سے اپنی چھاؤنی کی طرف روانہ ہو گئے۔

اُدھر افراسیاب باغِ سیب میں ناچ گانے سے دل بہلا رہا تھا کہ مکّار جادُو زخمی

حالت میں اُڑتا ہوا اُس کے پاس پہنچا۔ افراسیاب کا کلیجا دھک سے ہو گیا۔ اس نے مکّار جادُو سے کہا۔ ”خیر تو ہے؟ لوح کہاں ہے؟“

مکّار جادُو نے لڑکھڑاتے قدموں سے آگے بڑھ کر لوح افراسیاب کو پیش کر دی اور مختصر لفظوں میں ساری روداد کہہ سُنائی۔

لوح پانے کی خُوشی میں افراسیاب نے شہزادہ اسد کے ہاتھ سے نِکل جانے کا کوئی دُکھ نہ کیا۔ مکّار جادُو کو خوب خوب شاباش دی اور انعام و اکرام دے کر رُخصت کر دیا۔ سارے راز دار خیر خواہ وہاں حاضر تھے۔ اُنہیں ساتھ لے کر افراسیاب ایک خاص کمرے میں آیا اور مشورہ کرنے لگا کہ اب لوح کو کہاں محفوظ کیا جائے، ہر ایک نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق رائے دی۔ افراسیاب کو کِسی کی بات پسند آئی۔ اس نے کہا۔ ”اب میں خود ہی لوح کو محفوظ رکھنے کی تدبیر کروں گا۔“

یہ کہہ کر وہ خاموشی سے کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر اِکبارگی اس کی آنکھیں چمک اُٹھیں جیسے کوئی بہت اچھی ترکیب دماغ میں آ گئی۔ کہنے لگا: ”تم میں سے کوئی جا

کر شہنشاہ برفاب جادُو کو بُلا لاؤ۔ مگر خبر دار! لوح کا ذکر اُس سے نہ کرنا۔ میری جانب سے بس اتنا کہنا کہ مدّت سے مُلاقات نہیں ہوئی۔ تشریف لائیے۔ دو ایک دن شطرنج سے دل بہلائیں گے۔"

اس کے تیسرے دن شہنشاہ برفاب جادُو بڑی شان بان اور لاؤ لشکر کے ساتھ باغِ سیب میں داخل ہوا۔ افراسیاب نے اُس کا شایانِ شان استقبال کیا اور ہمیشہ سے زیادہ محبت اور خاطر داری دکھا کر اُس کا دل جیت لیا۔

رات کو تھوڑی سی محفل آرائی کے بعد افراسیاب اُسے ایک علیٰحدہ کمرے میں شطرنج کھیلنے کے لیے لے گیا اور ملازمین کو ہدایت کر دی کہ جب تک ہم خود کسی کو آواز نہ دیں یا باہر نہ آئیں کوئی بھی کمرے کے قریب نہ پھٹکے۔

وہ رات، اس کے بعد دوسرے دن اور پھر ساری رات دونوں اس کمرے میں بند رہے۔ دوسرے دن وہ باہر نکلے تو کچھ دیر بعد افراسیاب نے شاہِ برفاب کو رُخصت کر دیا۔ مگر اب برفاب کی حالت بڑی عجیب تھی۔ وہ بدن میں پہلے سے ہزار گنا

زیادہ طاقت اور جوش و خروش محسوس کرتا تھا۔ جس جادُوگر پر اُس کا سایہ پڑتا یا جو جادُوگر اُس کے بدن کے قریب آتا، جادُو منتر بھُول جاتا۔ جنگ کرنے اور تنہا ہزاروں پر ٹوٹ پڑنے کے لیے طبیعت بے چین رہتی۔ اپنے وزیروں سے یہ حقیقت اُس نے بیان کی تو وہ سمجھ گئے۔ کہنے لگے۔ ”افراسیاب نے شاید لوح آپ کے جسم کے اندر چھپا دی ہے۔ خیر اس میں ہے کہ ملک واپس جانے کی بجائے دریائے نیل کے نیچے والے محل میں چھُپ کے وقت گزاریے ورنہ شہزادہ اسد سے بچنا اور لوح کی گرمی کو برداشت کرنا مُشکل ہو جائے گا۔“

برفاب جادُو کو خیر خواہوں کی یہ رائے پسند آئی۔ وہ نیل کے محل میں چھُپ کر بیٹھ رہا۔

اس کے بعد کے حالات جاننے کے لیے طلِسم ہوش رُبا کا دسواں اور آخری حصّہ ”عُمرو کا انجام“ پڑھیے۔